عمران سیریز نمبر 96

لاش گاتی رہی

(مکمل ناول)

پیشرس

بکرے کے گوشت پر فی سیر کے حساب سے مبلغ دو روپے کا اضافہ پھر ہو گیا ہے اب بتائیے میں کیا کروں۔ ”مردانہ ادب“ تخلیق کرتا ہوں اس لئے دال دلئے پر تو گذارہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ آپ ہی فرمائیں گے کہ پھر ڈھیلے پڑ رہے ہو۔ لہٰذا آپ کی تنخواہ بڑھی ہو یا نہ بڑھی ہو مجھے اجازت دیجئے کہ قصاب کے فیصلے کے آگے سر جھکا دوں اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب آپ سوا دو روپے کی چوٹ سہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ یعنی دو روپے قصاب کی نذر کرنے کے علاوہ ایک چونی ادھر بھی ”رسید“ کر دیں۔ اپنے فیصلے سے آگاہ فرمائیے کہ آپ ہی میرے قلم کی قوت کا سرچشمہ ہیں۔ میری ترقی اور خوشحالی میں ضرور حصہ لیجئے۔ خواہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ بعض استحصال پسند اس کی مخالفت بھی کریں گے۔ لیکن آخر فتح میری ہی ہو گی (پچھلی چونی یاد کیجئے) عید الاضحیٰ اور قربانی کی بات نہیں کروں گا۔ جس کے گوشت کی لاگت تیس روپے سیر سے لے کر پچاس روپے سیر تک آتی ہے۔ تیس روپے سیر والے میں نری ہڈیاں ہوتی ہیں اور پچاس روپے سیر والے میں کسی قدر گوشت بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ ”نصیب اپنا اپنا“ گوشت کے سلسلے میں قربانی کا بھی ذکر کرنا پڑا۔ کیونکہ عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے ورنہ چنداں ضرورت نہ تھی۔ سال میں ایک ہی بار تو قربان ہونا پڑتا ہے۔ آپ مجھے روزانہ ”قربانی“ سے نجات دلائیے کہ اس کا ثواب صرف قصاب کو پہنچتا ہے (قصاب زندہ باد)۔

آپ کہیں گے کہ پھر پیشرس میں گوشت بیچ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا کیوں نہ ایک آدھ خط بھی دیکھ لیا جائے...... اور سنئے...... یہ ہوئی ہے۔ ادھر بھی اس قسم کے خطوط آنے لگے۔ ایک صاحب رقم طراز ہیں۔

”جناب عالی! میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ میری عمر پچیس سال ہے لیکن ابھی تک ڈاڑھی مونچھیں نہیں نکلیں میں نے ایک خط ”...... ڈائجسٹ“ والوں کو بھی لکھا تھا۔ لیکن وہ صرف لڑکیوں کی بیماریاں چھاپتے ہیں۔ میری بیماری نہیں چھاپی۔ آپ ہی کوئی علاج بتائیے۔!“

بھائی صاحب! آپ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ ”......ڈائجسٹ“ والوں کا علاج بتاؤں یا آپ کی بیماری کا۔ اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی صاحب اپنی تاریخ پیدائش روانہ کرکے قسمت کا حال نہ پوچھ بیٹھیں۔ ”نفسیاتی مسائل“ تو خیر آتے ہی رہتے ہیں اور میں اُن کا قطعی نوٹس نہیں لیتا۔ کیونکہ ”نفسیات“ ہمارے یہاں وبائی شکل اختیار کر گئی ہے! ایک دن ترکاری والے نے کہا آج بینگن لے جایئے۔ کبھی نہیں لیتے۔ میں نے کہا دیکھنے میں اچھے نہیں لگتے۔ کھائے کیسے جائیں گے۔ تڑسے بولا کوئی نفسیاتی گرہ معلوم ہوتی ہے اور میں انگشت بدنداں رہ گیا۔

شائد آپ بھی سوچ رہے ہیں کہ آخر میں گرانی کے سلسلے میں صرف ”قصاب“ ہی کو کیوں لے بیٹھتا ہوں۔ کہیں واقعی کوئی نفسیاتی گرہ تو نہیں ہے۔ سوچا کیجئے۔ سوچنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

اُوہ! یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ ”لاش گاتی رہی۔“

والسلام

ابن صفی

۲۰/ نومبر ۱۹۷۶ء

◆

دو سو گز کے پلاٹوں پر بنی ہوئی عمارات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور یہ عمارتیں ”کوٹھیاں“ کہلاتی تھیں.... دراصل سڑکوں پر صدا لگانے والے بھکاریوں نے انہیں ”کوٹھیاں‘ ہونے کا شرف بخشا تھا۔

”کوٹھیوں والو خدا بھلا کرے گا۔!“

”کوٹھی والو....! اللہ تمہارے رزق میں برکت دے گا۔ سوال پورا کردو مسکین کا....!“

”کوٹھی آباد رہے داتا تیری....!“

اور ان مکانات میں رہنے والے سچ مچ انہیں کوٹھیاں ہی سمجھنے لگے تھے۔ کوئی کسی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ پڑوسی کے نام تک سے آگاہی نہیں تھی کسی کو۔ ایک دوسرے کو اجنبیوں کیطرح دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے۔ کوئی کسی کو سلام تک نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ اُسے اپنے سے کم تر نہ سمجھنے لگے۔ اگر کبھی کسی تقریب میں ان کوٹھیوں کی خواتین آپس میں مل بیٹھتیں تو کچھ اس قسم کی باتیں ہوتیں۔!

”ہمارے صاحب صرف ملازم ہی نہیں ہیں میونسپل کارپوریشن کے۔ ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس بھی ہے ہمارا۔!“

”اے بہن....! تنخواہ میں کیا ہوتا ہے آج کل اگر دس ہزار روپیہ ماہوار کوئلے کی دلالی میں نہ کمائیں تو کام نہ چلے۔!“

سبھی نہلے پر دہلا لگانے کی کوشش کرتیں.... اور باہر اُن کے ”صاحب“ لوگ بیٹھے اس قسم کی باتیں کرتے رہتے جیسے موجودہ وزارتیں انہی کے دم سے قائم ہوں۔ اونچی آوازوں میں وزراء کے نام اس طرح لئے جاتے جیسے ابھی ابھی انہی کے پاس سے اٹھ کر آئے ہوں۔!

”میں نے تو صاف کہہ دیا وزیر صحت سے کہ اگر میرے بھتیجے کو میڈیکل کالج میں داخلہ نہ ملا تو اگلے الیکشن میں سمجھ بوجھ لیا جائے گا۔!“

”بھلا بتایئے شوٹنگ پرمٹ کی فیس پچیس روپے سے بڑھا کر سو روپے کر دی ہے کھری کھری سنائیں تو چیف منسٹر بولے! بھائی خفا کیوں ہوتے ہو میری زمینوں پر شکار کھیل لیا کرو۔!“

ادھر بھی نہلے پر دہلا ہی لگتا اور جنہیں بولنا نہیں آتا تھا ٹکر ٹکر ایک ایک کی شکل تکتے اور اُن کا احساسِ کمتری شدید سے شدید تر ہوتا رہتا۔ پھر اگر اُن میں سے بھی کوئی جی کڑا کر لیتا تو ”پدرم سلطان بود“ کی محفل گرم ہو جاتی.... کسی کا دادا کوئی ایسا دالان تعمیر کراتا ہے جس کا ایک سرا قطب شمالی میں ہوتا ہے اور دوسرا قطب جنوبی میں.... اور کسی کے نانا جان اتنے لمبے بانس کے مالک ہوتے کہ جب چاہتے اُسے بادلوں میں چلا کر پانی برسا لیا کرتے۔ کسی کے چچا پیدل ہی شیر کے شکار پر روانہ ہو جاتے اور کوئی کہتا ۔

میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شائد حضور
وہ صبا رفتار شاہی اصطبل کی آبرو

تو یہ تھیں دو سو گز والی کوٹھیاں اور یہ تھے اُن کے مکین نچلے متوسط طبقے کے کرایہ داروں کی تو جان جاتی تھی ان کوٹھیوں پر.... آدھا پیٹ کھا کر گذارہ کر لینا منظور.... لیکن پانچ سو روپے ماہوار کرائے کی ان کوٹھیوں ہی میں رہنا چاہتے تھے۔! بعض کوٹھیاں دو حصوں میں منقسم ہوتیں اور ہر حصے کا کرایہ تین سو سے کم نہ ہوتا۔ اس طرح اُن کے پانچ کی بجائے چھ سو بنتے اور ایک ہی کوٹھی میں دو کرائے دار آباد ہو جاتے.... آباد ہوتے یا معلق یہ کرایہ داروں کا اپنا معاملہ تھا۔ بس کسی طرح ساؤتھ ناظم آباد کے باشندے کہلانے لگتے تھے۔ جسکا مطب یہ تھا کہ اپنی دانست میں ذی حیثیت قرار پا گئے۔!

رخسانہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ تعلیم ختم کرتے ہی اُسے ایک تجارتی فرم میں ملازمت مل گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ اسی گز کے پلاٹوں والی بستی میں نہیں رہنا چاہتی تھی حالانکہ یہ اُس کا ذاتی مکان تھا۔ دراصل اُسے دفتر والوں کو یہ بتاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!

اُسے یقین تھا کہ جب وہ فخریہ انداز میں انہیں یہ بتائے گی کہ ساؤتھ ناظم آباد کی کسی کوٹھی میں رہتی ہے تو کوئی بھی ”آدھی یا پوری“ کا سوال نہیں اٹھائے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اُس کی بیوہ ماں نے اُس ”آدھی“ کوٹھی میں اسی گز پر بنے ہوئے مکان سے زیادہ گھٹن محسوس کی ہو۔!

اس آدھی کوٹھی میں صرف دو کمرے تھے اور اندرونی صحن دو حصوں میں تقسیم ہو کر برائے نام رہ گیا تھا۔ کوٹھی کا دوسرا آدھا حصہ پہلے ہی سے آباد تھا۔ پتا نہیں کون تھے اور کس قسم کے لوگ تھے۔ صحن کو تقسیم کرنے والی دیوار ساڑھے چھ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی اور اسی دیوار کو دیکھ کر بڑی بی کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ ماں بیٹی تنہا تھیں کوئی مرد ساتھ نہیں تھا۔

باپ کے انتقال کے بعد رخسانہ نے کچھ ٹیوشن کئے تھے۔ جن سے تعلیم کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور ماں سلائی کر کے دوسری ضروریات پوری کرتی تھی۔ یوں کسی نہ کسی طرح اُس نے بی کام امتیازی حیثیت سے پاس کیا تھا اور کامرس کے شعبے کے صدر کی سفارش پر جلدی ہی ملازمت بھی حاصل کر لی تھی۔ بڑی فرم تھی اور ایک غیر ملکی کمپنی کے اشتراک سے قائم کی گئی تھی لہٰذا ترقی کے امکانات بہت واضح تھے۔ ماں بہت خوش تھی لیکن یہ خوشی اُسی وقت تک قائم رہی جب تک اُس آدھی کوٹھی میں قدم نہیں رکھا تھا۔ اپنے محلے کی بات اور تھی سب جان پہچان کے لوگ تھے۔ اس لئے شوہر کی موت کے بعد بھی اُس نے زیادہ بے اطمینانی محسوس نہیں کی تھی۔ سبھی ان دونوں کا خاص طور پر خیال رکھنے لگے تھے۔ محلے کے آوارہ لونڈے تک ان کے معاملے میں محتاط ہو گئے تھے۔ پڑوس کی عورتیں دن رات گھر میں آتی جاتی رہتیں لیکن اس بستی میں قدم رکھتے ہی اُسے محسوس ہوا تھا جیسے یہاں کوئی کسی کا پرسانِ حال ہی نہ ہو.... نہ سڑک پر بچوں کا شور تھا اور نہ خوانچے والوں کی مانوس آوازیں سرِ شام ہی ایسا سناٹا چھا گیا جیسے آدھی رات گذر گئی ہو۔

وہ خاصی دیر تک اس گھٹن کو سہتی رہی تھی پھر بیٹی سے بولی تھی۔

”یہ تم نے کہاں لا پھنسایا۔ مجھ سے تو اس قبرستان میں ہر گز نہ رہا جائے گا۔!“

رخسانہ ہنس پڑی اور بولی۔ ”تھوڑے ہی دنوں میں عادی ہو جائیں گے.... شائستہ لوگوں کی بستیاں ایسی ہی پُر سکون ہوتی ہیں۔!“

ماں چپ ہو رہی.... کہتی بھی کیا اس کی تو عمر ہی ناشائستہ لوگوں کی بستیوں میں گذری تھی۔ شائستہ لوگوں کا اُسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔

دفعتاً اُسے کچھ یاد آ گیا اور وہ رخسانہ کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تم نے تو کہا تھا کہ مالک مکان ایک سال کا کرایہ یکمشت طلب کر رہا ہے۔ پھر یکایک تمہیں یہ مکان کیسے مل گیا۔ ہمارے پاس تو چھتیس سو روپے نہیں تھے۔!“

”اس پر تو مجھے بھی حیرت ہے امی.... پہلے اُس نے سال بھر کا کرایہ پیشگی طلب کیا تھا پھر تین دن بعد خود ہی میرے دفتر پہنچ کر کہا تھا کہ صرف ایک ماہ کا کرایہ پیشگی چلے گا۔!“

"لیکن تم نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا.... میں سمجھی شائد تم نے کہیں سے قرض لے کر ادائیگی کر دی ہے۔ !"

"میں نے اس لئے ذکر نہیں کیا تھا کہ تم خواہ مخواہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاؤ گی۔ !"

"وہ تو ہو ہی گئی ہوں.... کیا مالک مکان دوسرے حصے میں خود رہتا ہے۔ !"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا امی.... وہ تو ڈیڑھ ہزار گز کے پلاٹ پر رہتے ہیں۔ !"

"آخر تم نے اُسے منظور کیسے کر لیا۔ !"

"وہ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں کہنے لگے پیسوں کی کوئی بات نہیں مجھے تو شریف اور قابل اعتماد کرایہ دار چاہئے۔ !"

"تم نے بہت بُرا کیا رخسانہ.... مجھے تو بتا دیا ہوتا.... تم نے صرف تعلیم حاصل کی ہے.... تمہیں دنیا کا تجربہ نہیں ہے۔ !"

رخسانہ اس طرح متفکر نظر آنے لگی جیسے وہ خود بھی پہلے ہی سے یہی سب کچھ سوچتی رہی ہو اور ماں کی زبان سے بھی انہی خدشات کا ذکر سن کر تشویش میں اضافہ ہو گیا ہو۔ !

"خیر....!" ماں کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولی۔ "اب اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارا باپ بڑا غیرت مند تھا۔ !"

"تم مطمئن رہو امی.... بے غیرتی پر موت کو ترجیح دوں گی۔ !"

بات وقتی طور پر ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ذہنوں میں خلش برقرار رہی۔ آٹھ بجے کے قریب اطلاعی گھنٹی کی آواز سناٹے میں گونجی تھی اور دونوں اچھل پڑی تھیں۔

حیرت سے ایک دوسرے کیطرف دیکھتی رہیں پھر ماں نے آہستہ سے کہا "یہاں کون آیا ہے؟"

گھنٹی پھر بجی تھی.... رخسانہ اٹھی لیکن ماں نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو.... نہ جانے کون ہو.... یہاں تو آدھی رات ہو گئی ہے۔ !"

"دیکھنا تو پڑے گا کہ ہے کون....؟"

"ٹھہرو.... میں بھی چلتی ہوں.... پہلے پوچھ لینا کون ہے.... پھر کھولنا دروازہ....!"

"اُف فوہ امی.... اگر اسی طرح ڈرتے رہے تو پھر رہ چکے یہاں۔ !" رخسانہ جھنجھلا گئی۔ وہ دونوں دروازے تک آئی تھیں اور رخسانہ نے اونچی آواز میں پوچھا تھا۔ "کون ہے....؟"

"طاہر.... آپ کا سیکشن منیجر....!" بیرونی برآمدے سے آواز آئی اور رخسانہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ آواز پہچان لی تھی اُس نے.... بوکھلا کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ !

"تشریف لائیے.... تشریف لائیے....!" بدحواسی میں بولی۔

طاہر تنہا نہیں تھا اُس کے ساتھ ایک سفید فام غیر ملکی عورت بھی تھی جس کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہو گی۔ نازک نازک سے خدوخال تھے اور آنکھیں گہری نیلی اور سوچ میں ڈوبی ہوئی سی تھیں۔

"امی یہ میرے سیکشن منیجر طاہر صاحب ہیں۔ !" وہ جلدی سے بولی لیکن اُس کی نظریں طاہر کی ساتھی ہی پر جمی رہیں۔ !

"آداب....!" طاہر نے بڑے ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا "ناوقت تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ دراصل ایک معاملے میں معذرت بھی کرنی تھی اور ایک درخواست بھی۔ !"

"کوئی بات نہیں....! آیئے....!"

وہ انہیں اُس کمرے میں لے آئی جسے نشست کا کمرہ بنایا تھا.... وہ دونوں بیٹھ گئے اور ماں بیٹی ہمہ تن سوال بنی رہیں۔ !

"سب سے پہلے میں آپ سے معافی مانگوں گا مس رخسانہ....!" طاہر بولا۔

"جی میں نہیں سمجھی۔ !"

"آپ کی لاعلمی میں تین ہزار چھ سو روپے میں نے مالک مکان کو ادا کر دیئے تھے اور اُسے تاکید کر دی تھی کہ آپ کو یہ نہ بتائے۔ !"

"آپ نے ایسا کیوں کیا....!" رخسانہ بے ساختہ بولی۔

"ابھی بتاتا ہوں.... پہلے آپ لوگ میری کہانی شروع سے سُن لیں۔ !"

ماں کی آنکھوں میں ناگواری کا تاثر صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ طاہر نے بھی اسے محسوس کیا تھا۔ اس لئے ماں ہی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مجھے غلط نہ سمجھئے....! آپ میری ماں ہیں اور مس رخسانہ کو بہن سمجھتا ہوں۔ !"

"شکریہ....! لیکن میں نے کب آپ کو غلط سمجھا۔ !" ماں کھل اٹھی اور رخسانہ کے چہرے پر بھی مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔ !

"چونکہ یہ سب کچھ آپ لوگوں کی لاعلمی میں ہوا ہے اس لئے شکوک و شبہات کا پیدا ہونا بھی فطری امر ہے۔ بہرحال یہ خاتون میری بیوی ہیں.... نسلاً فرانسیسی ہیں.... ربیکا خاندانی نام

ہے۔۔۔ اسلامی نام رقیہ ہے۔!“

”ماشاءاللہ۔۔۔۔!“ ماں نے محبت آمیز نظروں سے غیر ملکی عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”پچھلے سال جب میں یورپ میں تھا ان سے شادی کی تھی۔ پہلے یہ مسلمان ہوئی تھیں پھر نکاح ہوا تھا لیکن میرے خاندان والوں کو اس کا علم نہیں۔! میں انہیں فرانس ہی میں چھوڑ آیا تھا۔ اب یہ آئی ہیں۔۔۔۔ خاندان والوں کو اس کا اب بھی علم نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ نہ میں والدین کو دکھ پہنچانا چاہتا ہوں اور نہ رقیہ کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔!“

”واقعی بڑی مشکل میں ہیں آپ۔!“ ماں نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”بہر حال۔۔۔۔ یہ شادی اس بناء پر ہوئی تھی کہ یہ پہلے ہی سے اسلام سے متاثر تھیں۔۔۔۔ ان کے خیالات نے مجھے متاثر کیا۔!“

”بڑے ثواب کا کام کیا ہے آپ نے۔۔۔۔!“ ماں سر ہلا کر بولی۔

”اور اب میری خواہش ہے کہ انہیں باقاعدہ طور پر نماز سکھائی اور مسلمان عورتوں کی طرح زندگی بسر کرنے کی تربیت دی جائے۔۔۔۔ راز داری بھی چاہتا ہوں۔۔۔۔ مس رخسانہ کی شائستگی اور رکھ رکھاؤ دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ بہت اچھے ہاتھوں سے پروان چڑھی ہیں۔۔۔۔ لہٰذا مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔۔۔۔ میری خواہش ہے کہ آپ رقیہ کی تربیت کریں۔!“

ماں کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ اس نے فخریہ انداز میں رخسانہ کی طرف دیکھا اور پھر طاہر سے بولی۔ ”مگر بیٹے! مجھے انگریزی نہیں آتی میں کیسے تربیت دے سکوں گی۔!“

”رخسانہ آپ کی مدد کریں گی۔۔۔۔ اور پھر رقیہ میں ایک صلاحیت ایسی ہے کہ آپ کو زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ فرانسیسی مادری زبان ہے۔۔۔۔ انگریزی بھی بول سکتی ہیں اور کسی زبان میں جو کچھ بھی رٹا دیا جائے۔۔۔۔ بہت جلد یاد ہو جاتا ہے۔ لہجے اور تلفظ سمیت دیکھئے میں کلمہ پڑھواتا ہوں۔ بالکل آپ ہی کے سے انداز میں پڑھیں گی۔!“

طاہر نے بیوی سے کلمہ پڑھنے کو کہا تھا اور اُس کے بیان کی تصدیق ہو گئی تھی۔

”کمال ہے۔۔۔۔!“ رخسانہ بولی ”قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی یورپین نے عربی کے الفاظ دوہرائے ہیں۔!“

”بہت جلد یاد کر لیتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر پوری نمازیں سیکھ لیں گی۔!“

”مگر بیٹے۔۔۔۔! یہاں اس چھوٹے سے گھر میں یہ کیسے رہیں گی۔!“

”یہ تو جھونپڑی میں بھی رہ سکتی ہیں اور پھر انہیں ہمارا رہن سہن بھی تو سیکھنا ہے۔ میرے خاندان میں انگریزوں کی ادھوری نقالی ہوتی ہے۔ لہٰذا تربیت کے لئے متوسط درجے ہی کے کسی گھرانے کا انتخاب کرنا تھا مجھے۔!“

”اگر یہ بات ہے میاں تو ہم ہر طرح حاضر ہیں۔ خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔!“

”خدمت۔۔۔۔ آپ کریں گی!“ طاہر نے حیرت سے کہا۔ ”ارے آپ کو تو انہیں یہ سکھانا ہے کہ بڑوں کی خدمت مسلمان کس طرح کرتے ہیں۔ انہیں رخسانہ سے بڑا درجہ ہرگز نہ دیجئے گا۔!“

”میں انہیں ایک مسلمان عورت بنانے کی پوری کوشش کروں گی۔!“

”ہمارے لئے باعث مسرت ہوگا جناب۔۔۔۔!“ رخسانہ بولی۔

”جناب نہیں۔۔۔۔!“ طاہر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”آج سے صرف بھائی جان۔۔۔۔!“

ماں بیٹی کے چہرے کھلے پڑ رہے تھے۔ پھر یہ طے پایا گیا تھا کہ ربیکا یا رقیہ انہی کے ساتھ رہے گی اور طاہر کبھی کبھی وہاں آتا جاتا رہے گا۔

◆

صرف پولیس ہی حرکت میں نہیں آئی تھی بلکہ سر سلطان کے محکمے کے لئے بھی خاصا دردِ سر مہیا ہو گیا تھا۔ ایک غیر ملکی سفیر کی بیٹی ہلدا کارلوس اچانک غائب ہو گئی تھی۔ تین دن سے اُس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بات پولیس ہی تک محدود رہتی اگر سر سلطان کا محکمہ پہلے ہی سے ہلدا کارلوس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ بعض غیر معمولی مصروفیات کی بناء پر ایکس ٹو کچھ عرصہ پہلے سے اُس کی نگرانی کراتا رہا تھا کہ اچانک ایک دن سفیر کی طرف سے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دی گئی۔ قبل اس کے سر سلطان کا محکمہ ہلدا کارلوس کے خلاف کوئی باضابطہ کاروائی کرتا یہ افتاد پڑ گئی۔

”اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت اب بھی نہیں ہے تمہارے پاس۔۔۔۔!“ سر سلطان عمران سے کہہ رہے تھے۔!

”اس کے باوجود بھی وہ اس طرح غائب ہو گئی کہ خود سفیر نے ہم پر اُس کی بازیابی کی ذمہ

داری عائد کردی ہے۔ ایسی چالاکی کی کوئی دوسری مثال آپ کے پاس ہو تو مطلع فرمایئے۔!“

”میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم اس کے سلسلے میں غلطی پر تھے۔!“

”تو پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!“

”اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کرنے میں تم نے دیر لگادی! وہ ہوشیار ہوگئی اور ہم باضابطہ طور پر اُسے تلاش کررہے ہیں۔!“

”بس تو اب اس بات کو بھول جانا چاہئے کہ ہم پہلے ہی سے اُس کی نگرانی کراتے رہے تھے۔ اس طرح غموں کا بوجھ کسی قدر ہلکا ہو جائے گا۔!“

”پھر بکواس شروع کردی تم نے....!“

”فی الحال بکواس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔!“

”اگر وہ نہ ملی تو ہم مزید دشواریوں میں پڑیں گے۔!“

”مزید دشواریوں میں پڑ چکے ہیں جناب....! کیا آپ نے سفیر کی رپورٹ کی نقل بغور نہیں پڑھی۔ اُس نے حوالہ دیا ہے کہ اُس کی بیٹی نے ایک دن پہلے اُسے بتایا تھا کہ کچھ نامعلوم افراد اس کا تعاقب کرتے ہیں۔!“

”اُوہ....! میں نے اُس حصے کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔!“

”جی ہاں....! اب یہ بیچارہ اپنی مسکین صورت کی وجہ سے ضرور مارا جائے گا دیکھ لیجئے گا کہ وہ کل اُن نامعلوم افراد میں سے ایک عدد کا حلیہ یاد کر کے پولیس کو ضرور مطلع کردے گا۔!“

”یعنی تمہارا حلیہ....!“

”جنابِ عالی....!“ عمران نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا ”پروردگار نے شکل ہی ایسی بنائی ہے۔!““

”اُونہہ! اس کی کیا فکر ہے۔!“

”آپ کو نہ ہوگی لیکن کیپٹن فیاض میرا جینا حرام کردے گا۔! کیونکہ اس کے سر پر میرے والد صاحب کا سایہ ہے۔!“

سر سلطان بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔

”اب اجازت دیجئے....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”ٹھہرو....!“ سر سلطان نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ عمران پھر بیٹھ گیا۔

”اب کیا کرو گے....؟“

”جو آپ فرمائیں....!“

”تم نے اُس آدمی کو کیوں نظر انداز کردیا ہے جس کے ساتھ ہلدا کو دیکھ کر تم اس کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے تھے۔!“

”اُسے تو نظر انداز کرنا ہی پڑے گا۔!“

”کیوں....؟“ سر سلطان اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

”بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے....!“

”اسی لئے میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں وہ اُسی کے مشورے ہی پر تو روپوش نہیں ہوئی۔!“

”اگر یہ نظریہ قائم کرلیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ بڑے باپ کا بیٹا اُس کے ہاتھوں بیوقوف نہیں بن رہا بلکہ دیدہ و دانستہ ملوث ہوا ہے۔!“

”کوئی پہلو محض اس لئے کیوں نظر انداز کردیا جائے کہ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہے۔ کیا تمہیں اُس پولیس افسر کا بیٹا یاد نہیں جو رہزنی کرتا ہوا پکڑا گیا تھا۔!“

”تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ رحمان صاحب کا بیٹا ہیرا پھیری میں مارا جائے۔!“

”فضول باتیں نہ کرو....!“

”اچھی بات ہے جناب....! میں دیکھوں گا۔!“

وہاں سے روانگی سے پہلے اُس نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ”ایچ۔ کے۔!“

”رپورٹ مل گئی ہے جناب....!“ بلیک زیرو کی آواز آئی۔ ”آخری بار وہ پرنس کی رقاصہ میمی فاؤلر کے ساتھ دیکھی گئی تھی اور حقیقتاً وہیں سے وہ مفقود الخبر بھی ہوئی تھی۔ اُسے میمی کے ساتھ پرنس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا۔ لیکن پھر وہ پرنس سے واپس نہیں آئی۔!“

”اور میمی بدستور وہیں موجود ہے۔!“

”جی ہاں... وہ وہاں چھ ماہ کے کنٹریکٹ پر ہے! پرنس ہی کے کمرہ نمبر بارہ میں مقیم بھی ہے۔!“

”ٹھیک ہے....!“ کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کردیا۔ پھر طویل سانس لے کر سر سلطان کی طرف مڑا۔

"پھر وہی بڑے باپ کا بیٹا۔!"

"کیا مطلب....!"

"پرنس ہوٹل اُسی کا تو ہے نا....!"

"اچھا تو پھر....!"

"آخری بار وہ وہاں کی رقاصہ میمی فاؤلر کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔ اس کے ساتھ پرنس ہوٹل میں داخل ہوئی اور وہیں سے غائب بھی ہو گئی۔"

"نگرانی کرانے والوں نے اُسے ہوٹل سے برآمد ہوتے نہیں دیکھا۔!"

"تو پھر وہ اب بھی وہیں ہو گی۔!"

"خدا ہی جانے....اچھا پھر اب اجازت دیجئے۔!"

"ایک منٹ....!" سر سلطان ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "فی الحال سردار سے براہِ راست گفتگو مت کرنا۔!"

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ بڑے باپ کا بیٹا ہے۔!"

"یہ بات نہیں ہے۔!"

"پھر کیا بات ہے جنابِ عالی....!" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ابھی کچھ ہی دن ہوئے ایک ڈنر پارٹی میں تمہارے باپ سے اُس کی جھڑپ ہو چکی ہے۔!"

"میں اپنے باپ کا بیٹا بن کر اُس سے گفتگو نہیں کروں گا۔!"

"میں نے آگاہ کر دیا....تم جانو....!"

"میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنی ذمہ داری پر کرتا ہوں۔!" عمران نے کہا تھا اور اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔

تھوڑی ہی دور چلا ہو گا کہ پھر کسی خیال کے تحت ایک جگہ گاڑی روکی....! انجن بند کیا اور اس طرح پشت گاہ سے ٹک گیا جیسے کچھ دیر وہیں ٹھہرے گا۔! ڈیش بورڈ کے خانے سے اخبار نکالا اور دیکھنے لگا۔ لیکن حقیقتاً اپنی بائیں جانب نگراں تھا۔ دور سے دیکھنے والوں کو ایسا ہی لگتا جیسے اخبار میں منہمک ہو۔!

تھوڑی دیر بعد اُس نے اخبار ایک طرف ڈال کر دوبارہ انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔ اُس کے چہرے سے ایسی ہی طمانیت کا اظہار ہو رہا تھا جیسے حصولِ مقصد میں کامیابی ہوئی

ہو۔ اب اُس کی گاڑی نیلے رنگ کی ایک چھوٹی فیاٹ کے پیچھے تھی....کچھ دور چلنے کے بعد وہ فیاٹ ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے رکی اور ڈرائیونگ سیٹ سے ایک لڑکی اُتر کر ڈرگ اسٹور میں چلی گئی۔

عمران نے اپنی گاڑی کسی قدر آگے بڑھا کر اس طرح روکی کہ ڈرگ اسٹور کے اندر بھی لڑکی پر نظر رکھ سکتا۔! لڑکی فون پر نمبر ڈائیل کر رہی تھی۔! اُس نے ایک منٹ تک کسی سے بات کی تھی اور ریسیور رکھ کر اپنی گاڑی کی طرف پلٹ ہی رہی تھی کہ عمران سے نظریں چار ہو گئیں۔ جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ چہرے کا رنگ اڑنے لگا تھا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو لیکن جلد ہی سنبھل گئی تھی۔

فٹ پاتھ پر اُتری آئی اور مسکراتی ہوئی عمران کی گاڑی کی طرف بڑھی۔

"ہلو....مسٹر عمران....!" قریب پہنچ کر بولی۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے۔!"

"آپ کا انتظار....!" عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

"کیا آپ میرے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔!"

"نہیں تو....ادھر سے گذر رہا تھا آپ کو گاڑی سے اُتر کر اندر جاتے دیکھا۔ رک گیا۔!"

"لیکن کیوں....؟"

"بس یونہی....اب کہیں چل کر بیٹھیں گے....آگے کیفے میزان ہے۔!"

"زبردستی....!" وہ اٹھلائی۔

"سر سلطان کی سیکریٹری سے فلرٹ کرنا میری ہابی ہے مس نوشاد....آپ ابھی نئی ہیں۔ آپ کو علم نہیں۔!"

"آپ بھی فلرٹ کر لیتے ہیں۔!"

"کوشش کرتا ہوں....!"

"فلرٹ کرنے والے خود ہی اُس کو فلرٹ نہیں کہتے۔!"

"میں کہہ دیتا ہوں....کیا فرق پڑتا ہے۔!"

"اچھا تو کیفے میزان ہی سہی....اُتریئے گاڑی سے ٹہلتے ہوئے چلیں گے۔ لیکن نہیں....ذرا ٹھہریئے....میں پھر ایک کال کروں گی۔ اپنی اُس سہیلی کو مطلع کر دوں کہ تھوڑی دیر بعد پہنچ سکوں گی۔!"

”ضرور..... ضرور.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ پھر ڈرگ سٹور میں داخل ہوئی اور فون پر کسی سے گفتگو کر کے دوبارہ پلٹ آئی۔ عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا ”کیا میری وجہ سے کوئی اپائیٹمنٹ کینسل کرنا پڑا ہے.....؟“

”ظاہر ہے..... جسے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی تھی اُس سے کہنا پڑا کہ فی الحال نہیں آرہی۔!“

”تب تو مجھ سے زیادتی سرزد ہوئی ہے۔!“

”نہیں کوئی بات نہیں میں آپ کو فلرٹ کرنے کا موقع ضرور دوں گی۔!“

دونوں کیفے میزان کی طرف چل پڑے۔

”کیا چھٹی لے کر جارہی تھیں۔!“ عمران نے پوچھا۔

”ظاہر ہے.....! اسکول تو ہے نہیں کہ چپ چاپ کھسک گئے.....! اور دوسرے دن ڈانٹ پھٹکار سُن لی۔!“

”میں بھی کلاس سے بہت بھاگتا تھا۔!“

وہ کیفے میں داخل ہوئے اور ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے۔

”یہاں مینڈک کی ٹانگوں کا اسٹیو بہت عمدہ ہوتا ہے۔!“ عمران نے کہا۔

”گھناؤنی باتیں ہیں مسٹر عمران..... کیا آپ اسی طرح فلرٹ کرتے ہیں۔!“

”بکری کے سری پائے بھی اکثر فلرٹ میں کام آتے ہیں۔!“

”میرا خیال ہے کہ آپ کی پچھلی سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے کسی سے فلرٹ نہ کیا ہوگا۔!“

”ابھی مجھے اس کی اطلاع نہیں مل سکی..... مینو دیکھئے.....!“

”آپ صرف یہ بتا دیجئے کہ آپ کیوں رکے تھے میرے لئے... پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا.....!“

”پچھلے ہی ہفتے تو میں نے آپ کو غور سے دیکھا ہے۔!“

”فضول بات.....!“ وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

”میں ہی کچھ منگواؤں.....!“

اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ عمران نے قریب کھڑے ہوئے ویٹر کو آرڈر دیا تھا۔ وہ چلا گیا اور عمران میز پر انگلیوں سے طبلہ بجانے لگا اور اس طرح غائب غلا ہو گیا جیسے اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہ گیا ہو۔!

”مسٹر عمران.....!“ دفعتاً وہ غصیلے لہجے میں بولی۔! ”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔!“

”آئیں کیا مطلب.....؟“ وہ چونک پڑا۔

”آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔!“

”چائے پلانے اور آپ جو کچھ کھانا چاہیں۔!“

”میں باس سے شکایت کروں گی۔!“

”کیا فائدہ..... وہ میرے باس تو ہیں نہیں کہ مجھ سے جواب طلب کریں گے۔!“

”یہ بھی ٹھیک ہے.....! پھر آپ دفتر کیوں آتے ہیں.....؟“

”یہ دیکھنے کے لئے کہ پرسنل اسسٹنٹ وہی پرانی والی ہے یا بدل گئی ہے۔!“

”میں پرسنل اسسٹنٹ نہیں ہوں.....!“

”شائد انہوں نے ابھی تک میری طرح غور سے نہیں دیکھا۔!“

”لوگ آپ کو بیوقوف سمجھتے ہیں..... لیکن میں نہیں سمجھتی۔!“

”بہت بہت شکریہ.....! چائے کے بعد انبالہ والوں کی رس ملائی بھی کھلاؤں گا۔!“

”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔!“

”پھر کیا مطلب تھا۔!“

”آپ جو کچھ نظر آتے ہیں وہ نہیں ہیں۔!“

”اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔!“

”کیا مطلب.....؟“ وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

”تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ کس قسم کی آگ سے کھیل رہی ہو۔!“

”یہ کیا بات ہوئی.....؟“

”تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔!“

”کک..... کیا..... سمجھتی ہوں.....!“

”کس کو اطلاع دی تھی فون پر کہ میں سر سلطان سے ملنے آیا تھا۔!“

”جھوٹ ہے...! میں نے کسی... کسی کو...!“ وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر ہانپنے لگی۔!

”میں جانتا ہوں کہ تم ایک بوڑھے اور نابینا باپ کا واحد سہارا ہو..... تمہیں سوچ سمجھ کر زندگی بسر کرنی چاہئے۔!“

"مسٹر عمران....!" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔!

"وہ شخص ابن الوقت ہے جس کے جھانسے میں تم آگئی ہو.... درجنوں کی زندگیاں برباد کر چکا ہے۔!"

"مسٹر عمران پلیز....!"

"سر سلطان کو ابھی تک اس کا علم نہیں ہو سکا کہ اُن کے دفتر کی باتیں باہر کس طرح پہنچتی ہیں۔!"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتی۔!"

عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا وہ بہت زیادہ نروس نظر آنے لگی تھی۔

"جو کام تم سے لیا جارہا ہے اُس کے لئے تم موزوں نہیں ہو۔!" وہ بالآخر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

چند لمحے خاموش رہ کر سوال کیا۔ "کیا دوسری بار تم نے اُسے مطلع کر دیا ہے کہ میرے ساتھ میزان جارہی ہو۔!"

نوشاد نے غیر ارادی طور پر سر کو مثبت جنبش دی اور پھر اس غلطی کا احساس ہوتے ہی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"تو تم نے اپنی موت کے پروانے پر خود ہی دستخط کر دیئے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"بڑے باپ کا بیٹا اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔! اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ جو ذمہ داری تم نے اپنے سر لی ہے اُس کی اہل نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی نگرانی پر لگائی گئی تھیں تو اس وقت مجھے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جانا چاہئے تھا اور اگر مجھ سے مل بیٹھی تھیں تو اسے آگاہ نہ کرتیں۔ اب تمہاری زندگی خطرے میں ہے وہ سمجھ جائے گا کہ میں نے تمہاری چوری پکڑ لی ہے۔!"

"پھپھ.... پھر اب کیا ہوگا۔!"

"تھوڑی ہی دیر میں کوئی نہ کوئی ہم دونوں پر نظر رکھنے کے لئے یہاں پہنچ جائے گا یا ہو سکتا ہے اب تک پہنچ ہی گیا ہو۔!"

وہ خاموش رہی.... اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء لے آیا تھا۔ لیکن وہ گم سم بیٹھی رہی۔

"ایسا بھی نہ کرو کہ نگرانی کرنے والے ہوشیار ہو جائیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "کچھ کھانا شروع کر دو۔!"

"مم.... میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"بے فکر رہو.... تمہاری اس غلطی کی اصلاح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔!"

اُس نے ایک پیسٹری اٹھائی تھی اور اس طرح کھانے لگی تھی جیسے مار مار کر کھلائی جارہی ہو۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں تمہیں دو ماہ کی چھٹی مع تنخواہ دلا سکتا ہوں.... اپنے باپ کو لے کر گاؤں چلی جاؤ۔!"

"لیکن.... لیکن....!"

"ہاں ہاں کہو.... کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"آپ میرے لئے یہ سب کیوں کریں گے۔!"

"کیونکہ تم ایک سیدھی سادھی لڑکی ہو۔ تمہارا ضمیر ابھی اتنا مردہ نہیں ہوا ہے کہ سیدھی راہ دکھائی جانے کے باوجود بھی بھٹکتی رہو۔!"

اُس نے سر جھکا لیا۔ شائد جذبات کی کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔

چائے ختم کر کے عمران نے کہا۔! "اب تم باہر نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے میری گاڑی میں بیٹھنا۔!"

"کک.... کیوں....؟"

"یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ اُس نے کسی کو ہماری نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے یا نہیں۔!"

عمران کا خیال غلط نہیں ثابت ہوا تھا۔ گاڑی تھوڑی ہی دور چلی ہوگی کہ ایک موٹر سائیکل نمایاں طور پر تعاقب کرتی ہوئی نظر آئی تھی۔

"مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ اور کیا ہدایات ملی تھیں۔!" عمران نے ونڈ شیلڈ پر نظر جمائے ہوئے لڑکی سے سوال کیا!

"مجھے صرف آپ اور سر سلطان کے مابین ہونے والی گفتگو سنی ہوتی تھی۔!"

"کب سے یہ سلسلہ جاری ہے....؟"

"گذشتہ بارہ یوم سے....!"

“تم کس طرح ہماری گفتگو سنتی تھیں۔!”

“اُس نے مجھے ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ اور اُس کا ریسیور دیا تھا۔ الیکٹرونک بگ اب بھی سر سلطان کی میز کے نیچے پوشیدہ ہوگا۔ ریسیور میرے پاس موجود ہے۔!”

“یہ چیزیں اُس نے تمہیں براہِ راست نہ دی ہوں گی۔!”

“نہیں براہِ راست دی تھیں اور اُن کا استعمال بھی بتایا تھا۔!”

“یقین کرو.... وہ تمہیں ضرور مار ڈالے گا.... اگر تم نے میرے مشوروں پر عمل نہ کیا۔!”

وہ تھوک نگل کر بولی “گاؤں میں تو بالکل ہی غیر محفوظ رہوں گی.. اُسے میرے گاؤں کا علم ہے۔!”

“تب تو وہاں جانا فضول ہے۔ خیر کچھ اور سوچتے ہیں۔ کیا معاوضہ دے رہا ہے ان خدمات کا....!”

“کچھ بھی نہیں۔!”

“بہت بھولی ہو.... شائد تم سے بھی شادی کر لینے کا وعدہ کیا ہو۔!”

اُس نے بوکھلا کر عمران کے چہرے کی طرف نظر اٹھائی تھی اور عمران بولا تھا۔ “قابو میں نہ آنے والی لڑکیوں کو اسی طرح رام کرتا ہے۔!”

“میں کیا کروں....!” اُس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

“فی الحال جان بچانے کی کوشش کرو.... یہاں بھی تمہارے لئے کسی محفوظ جگہ پر رہائش کا انتظام ہو سکتا ہے۔ لیکن تمہیں اُس وقت تک نظر بندوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑے گی جب تک میں کہوں۔!”

وہ خاموش رہی.... عقب نما آئینے میں اب بھی وہ موٹر سائیکل دکھائی دے رہی تھی جس نے کیفے میزان کے قریب سے گاڑی کا تعاقب شروع کیا تھا۔

“ہمارا تعاقب جاری ہے....!” اُس نے آہستہ سے کہا۔ “لیکن تم مڑ کر پیچھے نہ دیکھنا۔!”

“مم.... میرا سر چکرا رہا ہے.... غشی طاری ہو رہی ہے۔!”

“خود کو سنبھالو اور بے فکر ہو جاؤ.... وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ تعاقب کرنے والے کو اس کا موقع نہیں دیا جائے گا کہ وہ اُسے اپنی رپورٹ دے سکے اور تم اپنے نابینا باپ سمیت کسی محفوظ مقام پر پہنچا دی جاؤ گی۔!”

◆

ربیکا یا رقیہ نے تو پرانے مسلمانوں کے بھی چھکے چھڑا کر رکھ دیئے تھے۔ بات بات پر الجھتی تھی۔ اس وقت پردے کی بحث چھڑی ہوئی تھی۔

“تم لوگ گمراہ ہو گئے ہو۔!” وہ کہہ رہی تھی۔ “میں تو اب ہرگز بے پردہ باہر نہیں نکلوں گی۔ طاہر کو مجبور کرو کہ میرے لئے برقعہ خرید لائے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم بے پردہ کیوں ہو گئی ہو۔!”

“میں ایک آفس میں کام کرتی ہوں.... اور وہاں پردے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔!” رخسانہ ہنس کر بولی۔

ماں کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو جوشِ مسرت سے اُس کا چہرہ دمکنے لگا۔!” رخسانہ سے بولی۔ “دیکھ اسے کہتے ہیں نورِ ایمان.... جسے بھی اوپر والا عطا کر دے.... صدقے تیری شان کریمی کے.... ایک میم.... ایسی باتیں کر رہی ہے.... اور ہمارے دیدوں کا پانی مرتا جا رہا ہے۔!”

جب ربیکا تک اُس کی بات پہنچی تو اُس نے کہا۔ “تمہارے پُرانے لوگوں میں کسی قدر اسلام باقی ہے لیکن نئے لوگ۔!”

“نئے لوگ حالات سے مجبور ہیں۔!” رخسانہ بولی۔ “اب مجھے ہی دیکھو کوئی مرد کمانے والا نہیں ہے۔ تو پھر کیا ہم فاقے کریں اور مر جائیں۔!”

“تمہاری اسلامی حکومت عورتوں کے لئے کوئی الگ انتظام کیوں نہیں کرتی۔ تمہیں مردوں کے دوش بدوش لانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم لوگ تو تنگ آگئے ہیں اس زندگی سے.... ہماری عورتیں اب صرف گھروں ہی کی ذمہ داریاں سنبھالنا چاہتی ہیں۔ گھروں تک محدود رہنا چاہتی ہیں۔!”

“بس کرو....!” رخسانہ ہنس کر بولی۔ “ہمیں بگاڑ کر اب خود گھروں میں بیٹھنا چاہتی ہو۔!”

“پتا نہیں خود ہم لوگ کیسے بگڑے تھے۔! ایک صدی پہلے ہمارے نچلے طبقوں کی عورتیں بھی گھروں تک محدود تھیں۔ آہا.... لیکن ٹھہرو.... پھر وہ شیطانی دور بھی تو آیا تھا جسے صنعتی انقلاب کا دور کہا جاتا ہے۔ سرمایہ دار ابھرے تھے اور انہوں نے سارے وسائل کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ متوسط طبقہ مفلوک الحالی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اُس کی عورتیں گھروں سے باہر نکل آئی

تھیں۔ ہم اس طرح بگڑے تھے اور اب یہی کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے.... تم سب بھی سرمایہ داروں کی ترقیوں کے لئے کوشاں ہو۔!"

"ارے تم مذہب سے سیاست کی طرف آ گئیں۔!" رخسانہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔ جن لوگوں میں پناہ لینے آئی تھی وہ پہلے ہی سے ہمارے ہی نقش قدم پر چل رہے ہیں۔!"

"میں طاہر صاحب سے کہوں گی کہ وہ تمہارے لئے برقعہ خرید لائیں اپنے لئے بھی خریدوں گی۔ لیکن دفتر تو بے پردہ ہی جانا پڑے گا۔ ورنہ سب لوگ مضحکہ اڑائیں گے۔!"

رات کو طاہر آیا تو رخسانہ نے اُسے آج دن بھر کی روداد سناتے ہوئے کہا۔ "وہ کہتی ہیں کہ میں برقعے کے بغیر باہر نہیں نکلوں گی۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے....!" طاہر نے خوش ہو کر کہا۔ "ویسے میں خود بھی نہیں چاہتا کہ وہ ابھی باہر نکلے۔!"

"کیوں....؟" رخسانہ نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے کسی مردود عزیز نے فرانس سے اُس کی تصویر میرے گھر والوں کو بھجوا دی ہے اور وہ اُسے سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔!"

"کمال ہے....! لیکن وہ اب کریں گے کیا....؟"

"اگر اس تک اُن کی رسائی ہو گئی تو ہماری زندگی تلخ کر کے رکھ دیں گے۔!"

"آخر کب تک....؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اسے یہاں سے لے کر کہیں باہر ہی چلا جاؤں.... یہی کرنا پڑے گا مجھے ورنہ یہاں زندہ رہنا محال ہو جائے گا۔!"

"کتنی بُری بات ہے.... ارے رقیہ بھابی تو ہم سے بھی بہتر ہیں۔!"

"تمہارے خیالات معلوم کر کے خوشی ہوئی۔!"

"یقین کیجئے.... آپ خوش قسمت ہیں۔!"

"اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی فطرت سے میں کیسے متاثر نہ ہوتا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو آپ ابھی ہرگز برقعہ نہ لایئے گا۔ اسی بہانے وہ گھر ہی تک محدود رہیں گی اور آپ کسی دشواری میں نہیں پڑیں گے۔!"

"میں تم لوگوں کا بے حد شکر گذار ہوں۔!"

"ارے رقیہ بھابی کے لئے تو جان تک دی جا سکتی ہے۔!"

"پتا نہیں تم بھائی بہن کیا باتیں کر رہے ہو....!" ربیکا بول پڑی۔

"رخسانہ تمہیں دنیا کی عظیم ترین عورت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔!"

"پچاس سال پہلے یہیں کی ہر عورت عظیم عورت رہی ہو گی۔ ویسے میں سمجھتی ہوں پردے کی بات ہو رہی ہو گی یہ مجھ سے باہر چلنے کو کہتی ہیں اور میں کہتی ہوں کہ برقعے کے بغیر اب باہر نہیں نکلوں گی۔!"

"آ جائے گا.... برقعہ بھی آ جائے گا۔!"

"مجھے باہر نکلنے کا شوق نہیں ہے.... دن بھر ماں کا ہاتھ بٹاتی ہوں.... گھر کے کاموں میں اس طرح حقیقی مسرت سے ہم کنار ہوتی ہوں۔!"

طاہر کچھ نہ بولا۔ رخسانہ نے ہنس کر کہا۔ "مجھے تو اب کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ آفس سے آ کر چین سے لیٹ جاتی ہوں۔!"

"پھر تم کیوں چاہو گی کہ ایسی بھابی کہیں اور چلی جائے۔!" طاہر مسکرا کر بولا۔

"یقین کیجئے ان کی جدائی کے تصور ہی سے دل خون ہو جاتا ہے۔!"

"کیا مجھ سے بھی چھین لینے کا ارادہ ہے۔!"

"بس اب تو ساتھ ہی رہنے کو دل چاہتا ہے۔!"

"ہاں ہم ساتھ ہی رہیں گے....!" رقیہ رخسانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔!

◆

صفدر اور نیمو موٹر سائیکل سوار کا تعاقب کر رہے تھے....! عمران نے ٹرانس میٹر کے ذریعہ بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے کچھ ہدایات دی تھیں اور بلیک زیرو نے انہیں صفدر اور نیمو تک پہنچا دیا تھا۔ وہ ایک گاڑی میں روانہ ہوئے تھے اور عمران سے رابطہ قائم کیا تھا۔ پھر براہِ راست عمران ہی سے.... انہیں ہدایات ملنے لگی تھیں اور بالآخر انہوں نے اُسے جا لیا تھا۔ موٹر سائیکل پر بھی نظر پڑی تھی اور نیمو بے ساختہ چونک کر بولا تھا۔ "یار مجھے تو یہ کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔!"

"ہو سکتا ہے....!"

"مذاق نہیں....! ذرا رفتار تیز کرو....!"

"نہیں اتنا ہی فاصلہ مناسب ہے۔!"

"بال سمیٹ کر خود کے نیچے چھپا لئے ہیں اور چمڑے کی جیکٹ کی بنا پر جسامت کسی قدر مردانہ لگ رہی ہے۔!"

"تمہیں عورتوں کے خواب آنے لگے ہیں۔!"

"پچاس پچاس روپے کی ہوتی ہے۔!"

"میں نے تمہارے خیال کی تردید تو نہیں کی۔!"

دفعتاً صفدر نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانس میٹر کا ریسیور نکالا اور عمران سے مخاطب ہوا۔ "ہم اُس سے قریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہیں۔!"

"ٹھیک ہے....! یہی فاصلہ برقرار رکھو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مزید کوئی ہدایت....!"

"میں اگلے چوراہے سے بائیں جانب مڑوں گا۔ پھر دو ڈھائی میل آگے جا کر اگر موقع دیکھو تو اُسے گھیرنے کی کوشش کرو۔ خیال رہے کہ اُسے وہیں سے براہِ راست سائیکو مینشن پہنچانا ہوگا۔!"

"بیہوش کرنا پڑے گا۔!"

"ظاہر ہے....!" دوسری طرف سے آواز آئی "ڈارٹ گن....!"

"بہت بہتر....!" صفدر نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

"یہ خوب رہی.... میاں عورت ہے اسے لکھ لو....!" نیمو نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے....!"

"ڈارٹ گن چلاؤ گے بیچاری پر....!"

"اگر تم کسی دوسرے طریقے سے بیہوش کر سکو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔

گاڑیوں کی دوڑ جاری رہی.... اگلے چوراہے سے عمران نے اپنی گاڑی بائیں جانب موڑی تھی اور نیمو اچھل پڑا تھا۔

"کمال ہے....!" اُس نے صفدر کے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔ "عمران صاحب کی گاڑی میں

بھی کوئی عورت ہے۔!"

"میں بھی تو کوئی عورت نہیں لگ رہا۔!"

"میں قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ بھی کوئی عورت ہی ہے۔!"

"بس ختم کرو.... ہوگی....!"

"ایک عورت ساتھ اور دوسری تعاقب کر رہی ہے۔!"

"کچھ ادھر اُدھر گھروں میں بھی بیٹھی عمران ہی کے گیت گا رہی ہوں گی۔ آخر تم اتنے حیرت زدہ کیوں ہو۔!"

"عورتوں کے معاملے میں بے حد بدذوق آدمی ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا.... موٹر سائیکل بھی بائیں جانب مڑی تھی۔ صفدر کی گاڑی کا رخ بھی ادھر ہی ہو گیا۔

"چکر کیا ہے....؟" نیمو نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"چکر بھی وہی حضرت جانیں۔!"

"یہ طریق کار بسا اوقات بڑی دشواریوں میں ڈال دیتا ہے۔!"

"ایکس ٹو کی پالیسی بدلوا سکو تو کوشش کر دیکھو.... ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"یار بے حد خوں خوار آدمی ہوگا۔!"

"لیکن عمران صاحب کبھی کبھی اُس سے اپنی بات بھی منوا لیتے ہیں۔!"

"مسخرے تو بادشاہوں کی دھجیاں بھی اڑا دیا کرتے تھے۔!"

"کیا بولتے رہنا ضروری ہے....!" صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر ختم کرو... اب تو آگے پیچھے کوئی گاڑی بھی نہیں دکھائی دیتی قریب قریب سناٹا ہے۔!"

"ذرا صبر کرو....!" صفدر نے کہا اور پھر ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے سے نکال کر عمران کو متوجہ کیا۔

"ہلو!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اب آپ اپنی گاڑی کی رفتار کم کر کے کچے میں اُتار دیجئے۔!"

"ٹھیک ہے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

موٹر سائیکل کی رفتار بھی کم ہوئی تھی۔ لیکن وہ کچے میں عمران کی گاڑی کے پیچھے نہ جا سکی

سیدھی نکلی چلی گئی۔ ... صفدر نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی اور موٹر سائیکل کے برابر پہنچ گیا۔!

وہ سچ مچ عورت ہی تھی۔ ...! جین اور جیکٹ میں ملبوس سر پر آہنی خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال چھپ گئے تھے۔! اُس نے سر گھما کر کینہ توز نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

ادھر صفدر نے اپنی گاڑی کو بائیں جانب دبانا شروع کیا۔ موٹر سائیکل سے فاصلہ بتدریج کم ہوتا جارہا تھا۔ جب صرف ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تو عورت چیخ کر بولی ”کیا ارادے ہیں ... موت تو نہیں آئی۔!“

پھر یک بیک اُس نے بریک لگایا تھا۔! صفدر بھی غافل نہیں تھا۔ اُس کی گاڑی کے بریک بھی چڑچڑائے تھے۔!

عورت نے دونوں پیر سڑک پر ٹکادیئے تھے اور انہیں گھورے جارہی تھی۔ دفعتاً صفدر نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ڈارٹ گن نکالی جو اعشاریہ تین دو کے پستول سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔

”کک ... کیا مطلب ...!“ وہ بائیں جانب جھکتی ہوئی ہکلائی۔

دوسرے ہی لمحے میں صفدر نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ ڈارٹ نکل کر عورت کے کان کے قریب گردن میں پیوست ہوگئی۔

”یہ ... یہ ... کک ... کیا ...!“ عورت کی آنکھیں پھیل گئیں اور پھر ان کی ہیئت میں بے بصارتی کی جھلکیاں بھی ملنے لگیں۔!

نیمو دروازہ کھول کر نیچے کودا اور قریب تھا کہ عورت موٹر سائیکل کی سیٹ سے پھسل جاتی اُس نے جھپٹ کر اُسے سنبھال لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُن کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر غافل پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کو ایک چادر میں اچھی طرح ڈھانپ دیا تھا۔ قبول صورت اور صحت مند عورت تھی۔ عمر پچیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ مقامی ہی معلوم ہوتی تھی۔ واپسی کے سفر میں صفدر خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ عمران کی گاڑی کہیں بھی نہ دکھائی دی۔

”پتا نہیں بیچاری کون ہے ...! یہ بھی تو ممکن ہے عمران صاحب غلط فہمی میں مبتلا ہوں ... ایسے اتفاقات پیش آتے رہتے ہیں۔!“

”کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوا ہے ...!“ صفدر نے سوال کیا۔

”نہیں ...! مجھے حالات کا علم نہیں ہے۔!“

”تو پھر رائے زنی بھی نہ کرو ...!“

”اُوہو ... میرا خیال ہے کہ پوری ٹیم میں اُن کے سب سے بڑے طرف دار تمہی ہو۔!“

”اس لئے کہ میرے علاوہ شائد ہی کوئی انہیں اچھی طرح جانتا ہو۔!“

”اور میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ وہ بات بات پر تمہارا مضحکہ بھی نہیں اڑاتے ورنہ شائد ہی کوئی بچا ہو۔!“

صفدر کچھ نہ بولا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی اور وہ بالآخر سائیکو مینشن آپہنچے۔

قریباً آدھے گھنٹے کے بعد اُس عورت نے آنکھیں کھولی تھیں چند لمحے چھت کی طرف دیکھتی رہی تھی پھر گردن گھمائی اور ان دونوں پر نظر پڑتے ہی بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔

وہ خاموش بیٹھے رہے اور وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ ”آخر یہ سب کیا ہے ... تم لوگ کون ہو ... اور کیا چاہتے ہو ...؟“

”تم بتاؤ کہ تم کون ہو ... اور کیا چاہتی ہو ...؟“ نیمو نے اُسی کے سے لہجے میں سوال کیا۔

”پاگل معلوم ہوتے ہو ...! کیا میں تم دونوں کو یہاں اٹھا لائی ہوں۔!“

”ایسا مقدر کہاں اپنا ...!“ نیمو ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”واقعی ایسا مقدر نہیں ہوسکتا ...! کیونکہ صورت ہی سے چغد لگ رہے ہو۔!“ اُس نے تڑسے کہا اور نیمو دنگ رہ گیا۔

عورت کمزور اعصاب کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اول اول جو اضطراب اُس کے چہرے پر نظر آیا تھا اب اس کا کہیں پتا نہ تھا۔!

صفدر نے نیمو کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور مسکرا کر بولا۔ ”کوئی اور اس طرح اظہارِ خیال کرتا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے۔!“

”ارے تو تمہی کون سے بڑے گلفام ہو ...!“ عورت نے ہاتھ نچا کر کہا۔

”بس ...!“ صفدر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تم اس گاڑی کا تعاقب کیوں کر رہی تھیں۔!“

”تم سے مطلب ...؟“

”نہیں ...! مجھ سے غلطی ہوئی ... سوال اس طرح ہونا چاہیئے ...! تمہیں کس نے اس کام پر مامور کیا تھا۔!“

”یہ بھی غلط ہے ...!“ عقب سے عمران کی آواز آئی۔ ”یہ پوچھو کہ تمہیں پیدا ہو جانے کا

مشورہ کس نے دیا تھا۔!“

وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو رہا تھا.... عورت چونک کر اُسے گھورنے لگی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کی شکل دیکھتے ہی شدت سے غصہ آ گیا ہو۔ ”تو یہ تمہاری حرکت تھی بے ایمان....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔

عمران خاموش کھڑا رہا۔ ویسے پل بھر کے لئے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ضرور نظر آئے تھے۔

”میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے گرے ہوئے آدمی ثابت ہو گے۔!“

اب صفدر اور نیمو نے بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ عورت کے لہجے سے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں کے درمیان پرانی شناسائی ہو۔!

عمران خاموش ہی رہا۔ عورت کڑک کر بولی۔ ”بتاؤ وہ کتیا کون ہے جسے ساتھ لئے گھوم رہے تھے۔!“

”کتیا نہیں.... لڑکی ہے....!“ عمران بولا۔

”حد ہو گئی.... بے غیرتی کی.... تم نے میری زندگی برباد کر دی۔!“

”جج.... جیع....!“ عمران کی آنکھیں نکل پڑیں۔

”کیا وہ سب کچھ فریب تھا۔ وہ خوبصورت باتیں.... وہ زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ۔!“

”ارے باپ رے....!“ عمران دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام کر رہ گیا۔!

صفدر اور نیمو معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

”بولو.... خاموش کیوں ہو گئے....!“ وہ بے حد جذباتی انداز میں کہتی رہی۔ ”تم تو کہا کرتے تھے جب سے تمہیں دیکھا ہے کوئی صورت نظر پہ چڑھتی ہی نہیں.... پھر وہ کون ہے جسے تم ساتھ لئے پھرتے ہو.... بولو.... بتاؤ.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ان دونوں غنڈوں سے میرے ساتھ یہ برتاؤ کراؤ گے۔!“

”غنڈوں۔!“ عمران کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ کر رہ گئے اور وہ اُن دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔

اُدھر وہ دونوں بھی جواب طلب نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

”تم خاموش کیوں ہو.... میری بات کا جواب دو۔!“

”محترمہ.... محترمہ.... شائد یہ ہماری پہلی ملاقات ہے....!“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

”دغا باز....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔ ”یہ تم کہہ رہے ہو.... تم.... جس نے مجھے کہیں کا نہ رکھا.... جھوٹے وعدے کر کے لوٹ لیا۔!“

”ٹھہریئے....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا.... ڈائری دیکھنی پڑے گی.... کیا آپ کو وہ تاریخ یاد ہے جب ہم پہلی بار ملے تھے۔!“

”ارے مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں تمہارے ساتھ۔!“

”محسوسات کی بات نہ کیجئے....! یہ سائینس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے! زندگی کی تیز رفتاری میں شکلیں تو یاد نہیں رہتیں نام کسے یاد رہیں گے.... نام اور تاریخ پلیز....!“

”فریبی.... مکار....!“

”میں پہلے ڈائری دیکھ لوں پھر ایسے حتمی فیصلے صادر فرمایئے گا۔!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”مجھے جانے دو....!“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... بیٹھ جایئے.... آپ نے مجھ پر فریبی ہونے کا الزام لگایا ہے۔!“ عمران نے کہا اور صفدر سے بولا۔ ”ذرا میری ڈائری تو اٹھا لانا....!“

”کک.... کون سی ڈائری....!“

”کوئی پچاس ڈائریاں ہیں میرے پاس....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”جاؤ اسی سال والی ڈائری چاہئے جس پر جولیانا فٹنر واٹر تحریر ہے۔!“

صفدر نے سر کو جنبش دی سمجھ گیا تھا کہ وہ جولیانا کو بلوانا چاہتا ہے.... وہ دروازے کی طرف بڑھا.... نیمو بھی اٹھا تھا۔

”جی نہیں....!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”آپ تشریف رکھئے.... اس آزاد نظم کے بعد بھی آپ مجھے یہاں تنہا چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔!“

نیمو کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

”ہنسئے نہیں.... عبرت پکڑیئے....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”اگر مجمع زیادہ ہو جائے تو نام تک یاد نہیں رہتے۔!“

”آخر تم کیسی باتیں کر رہے ہو....!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”ڈائری آ جانے دیجئے.... پھر آپ سے بات کروں گا۔!“

وہ مزید کچھ کہنے والی تھی کہ جولیا کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے پیچھے صفدر تھا۔

”اس عورت کو جانتی ہو....!“ عمران نے جولیا سے پوچھا۔

”کیوں نہیں....! یہ پرنس ہوٹل کی پرچیز آفیسر ریکھا ہے۔!“

”تو.... نام تو ہوا ریکھا....! اب یہ بتاؤ کہ میری اس سے پہلے ملاقات کب ہوئی تھی؟“

”میں بتاؤں....؟“ جولیا غرائی۔

”ہاں ہاں.... اس کا دعویٰ ہے کہ میں نے اس سے شادی کا وعدہ کیا ہے۔!“

”شادی کا وعدہ.... اور تم....!“ جولیا نے استہزائیہ سا قہقہہ لگایا۔

”کک.... کیوں....؟“ عمران ہکلایا۔

”ہوسکتا ہے کرلیا ہو وعدہ.... لیکن ابھی تم شادی کے قابل کہاں ہوئے ہو۔!“

”سنا تم نے....!“ عمران نے خوش ہو کر ریکھا سے پوچھا۔

”لیکن.... یہ تو نہیں تھی گاڑی میں....!“ ریکھا اس بار انگلش ہی میں بولی۔

”ڈائری ساتھ نہیں لئے پھرتا.... یہ یہیں رکھی رہتی ہے۔!“ عمران نے کہا۔

”کیا مطلب....؟“ جولیا نے جارحانہ انداز میں پوچھا۔

”مطلب بعد میں بتاؤں گا.... فی الحال یہ مسئلہ درپیش ہے کہ یہ کس کے کہنے سے میرا تعاقب کررہی تھی۔!“

”تم اب بھی وہی بکواس کئے جاؤ گے ظالم آدمی۔!“ ریکھا نے کسی قدر دردناک لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ....!“ عمران کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔

”اُوہ.... تو اب دھونس جماؤ گے....!“ ریکھا نے بھی آنکھیں نکالیں۔

”اس وہم میں نہ رہنا کہ اب تمہارا باس انور سردار تمہارے لئے کچھ کر سکے گا۔ میری مملکت میں کسی کی بھی نہیں چلتی۔!“

”باس کا نام کیوں لے رہے ہو۔!“

”اس لئے کہ تم محض دکھاوے کی پرچیز آفیسر ہو۔!“

”ایسی بیوقوفی کی باتیں میں نے پہلے کبھی نہیں سنیں۔!“

”تب تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے کہ تم اسے پہلے ہی جانتی ہو....!“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔ ”بیوقوفی کی باتوں کے علاوہ رکھا کیا ہے اس بیچارے کے پاس۔!“

”مجھے جانے دو....!“ ریکھا پھر اٹھی۔

”ہلدا کارلوس کہاں ہے....؟“ عمران اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”میں کسی ہلدا کارلوس کو نہیں جانتی۔!“

”ہوسکتا ہے نہ جانتی ہو۔ لیکن تمہیں انور سردار ہی نے میرا تعاقب کرنے کا حکم دیا تھا۔!“

”باس حکم دیتا ہے اور ملازم تعمیل کرتے ہیں۔!“

”شادی کا وعدہ یاد دلانا ہی شائد تعمیل حکم کا دوسرا نام ہے۔!“

”وہ تو میں نے بات بنائی تھی۔!“

”تو تمہیں اعتراف ہے کہ انور سردار....!“

”ہاں.... ہاں مجھے اعتراف ہے۔ میں اُس وقت سے تمہاری نگرانی کررہی ہوں جب سے تم نے ان کی محبوبہ مس نوشاد کے ساتھ گھومنا شروع کیا ہے۔ بے حد شکی مزاج کے آدمی ہیں۔!“

”یہ دوسری ہوئی....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”اگر تم اس حد تک اُس کے اندرونی معاملات میں دخیل ہو تو پھر ہلدا کارلوس کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہوگی۔!“

”کہتے رہو....!“ وہ لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولی۔

”یہاں سے باہر نہیں جاسکتیں اور تمہیں مزید سوچنے کا موقع بھی دینا چاہتا ہوں۔!“ عمران نے کہا۔ پھر اُس نے دوسروں کو بھی باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔!

ریکھا جہاں تھی وہیں بیٹھی رہی۔! وہ چلے گئے اور اُس نے دروازے کے قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سنی۔

یک بیک اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے .... جیسے اب تک محض دکھاوے کے لئے اکڑ قائم رکھی تھی۔

◆

مس نوشاد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔! وہ ایک بڑی سی عمارت میں لائی گئی

تھی اور عمران اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اپنے نابینا باپ کے لئے.... پریشان تھی جب مقررہ وقت پر وہ گھر نہ پہنچی ہو گی تو اُس کا کیا حال ہوا ہو گا۔

مس نوشاد کی آنکھیں بھر آئیں۔ عمران نے تو وعدہ کیا تھا کہ اُس کے باپ کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ لیکن کس طرح....؟ اُسے کہاں لے جایا جائے گا۔ اُس کی وضاحت نہیں کی تھی۔!

یہاں اِس عمارت میں کئی افراد تھے اور اُن کا رویہ خادمانہ تھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پوچھتے رہتے تھے کہ اُسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ٹھیک آٹھ بجے انہی میں سے ایک نے اطلاع دی تھی کہ اُسکی فون کال آئی ہے اور اُسے اُس کمرے میں لے گیا تھا جہاں انسٹرومنٹ رکھا ہوا تھا۔!

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!“

”قطعی نہیں....! لیکن میرے پاپا....!“

”مطمئن رہو.... وہ محفوظ ہیں اور انہیں سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے.... خود بھی سرکاری ملازم رہ چکے ہیں اس لئے انہیں حالات کا اندازہ ہے.... تم اس وقت اُن سے فون پر گفتگو کر سکو گی.... کیا انہیں ریسیور دوں۔!“

”نہیں....! فی الحال میں خود میں ہمت نہیں پاتی.... آخر میں انہیں کیا بتاؤں گی۔!“

”ٹھیک ہے....! میں سمجھتا ہوں....! ہاں پرنس کی پرچیز آفیسر ریکھا کو جانتی ہو۔!“

”بس صورت آشنا ہوں....! کبھی بات چیت نہیں ہوئی۔!“

”وہی ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔!“

”میں سمجھی تھی کوئی مرد ہے۔!“

”مردانہ لباس میں تھی اور خاصے فاصلے پر تھی اس لئے میں بھی اندازہ نہیں کر پایا تھا۔!“

”تو اس کا کیا ہوا....!“

”ہوتا کیا.... واپس جا کر اپنے باس کو اطلاع نہیں دے سکی۔!“

”تو مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا۔!“

”جب تک ضرورت ہو گی.... ویسے تمہارے پاپا تم سے زیادہ دور نہیں ہیں....! اسی عمارت میں ہیں۔ لیکن میں بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ تم ابھی اُن سے ملو....!“

”لیکن میں فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔!“

”کوئی خاص بات....!“

”ہو سکتا ہے کوئی خاص بات پیدا ہو ہی جائے۔ ابھی تک میں آپ کی باتوں کے جواب دیتی رہی ہوں آپ سے کچھ نہیں پوچھا۔!“

”فون پر پوچھ سکتی ہو....!“

”کیا یہ مناسب ہو گا۔!“

”فکر نہ کرو.... یہاں کی لائنیں محدود نظام سے تعلق رکھتی ہیں۔!“

”آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آخر یہ سب کچھ ہو کیا رہا ہے۔!“

”تم نے بھی تو نہیں بتایا کہ اُس نے تمہیں اس کام پر آمادہ کیسے کیا تھا....! تم ایسی تو نہیں معلوم ہوتیں کہ کوئی غیر قانونی کام کر گزرو۔!“

”میں کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہی تھی۔! مجھے ان بڑے افسروں کی غیر قانونی حرکات کا پردہ فاش کرنا تھا جو قانون کا احترام نہیں کرتے۔!“

”تمہاری بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ ریسیور رکھ دو میں خود ہی آ رہا ہوں۔!“ اور پھر پانچ منٹ کے اندر ہی اندر وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔!

”تم تو رہ رہ کر ہوش اڑا رہی ہو....!“ اُس نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب....! حقیقتاً مجھ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا.... انور سردار ایک محبِ وطن آدمی ہے۔!“

”ہم سبھی محبِ وطن ہیں اپنے اپنے طور پر.... میں بیوقوفی کو رواج دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے انور سردار کے سلسلے میں مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ بڑی مہربانی ہو گی تمہاری اگر اس سلسلے میں میری رہنمائی کرو۔!“

”آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔!“

”یہی کہ انور سردار وطن کی محبت میں کیا کر رہا ہے۔!“

”وہ آج کل سر سلطان کو اسٹڈی کر رہے ہیں۔!“

”میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔!“

”اُنہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ جیسے غیر متعلق آدمی کو سرکاری رازوں سے آگاہ کریں۔ آخر آپ کی حیثیت کیا ہے.... یہ عالی شان عمارت آپ کے ہاتھ کیسے لگی یہاں کی شان و شوکت

اور ملازمین کی فوج دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی ہے۔!"

"واقعی یہ بات تو سوچنے کی ہے۔!" عمران اس طرح بولا جیسے کسی اور کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی ہو۔!

"آپ سر سلطان سے سرکاری راز حاصل کر کے غیر ملکی ایجنٹوں کے ہاتھوں بھاری داموں میں فروخت کرتے ہیں اور اس میں سر سلطان کا بھی حصہ ہوتا ہے۔!"

"خدا کی پناہ....!" عمران دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔ وہ اُسے عجیب سے نظروں سے دیکھے جارہی تھی۔ بالآخر عمران نے کہا۔ "لیکن پہلے تم اتنی نروس کیوں ہوگئی تھیں کہ جو کچھ میں کہتا رہا کرتی رہیں۔!"

"بعض باتیں ذرا دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔!"

"اور اس طرح سمجھ میں آتی ہیں کہ بساط بھی اُلٹ جاتی ہے....!"

"میرے پاپا کہاں ہیں۔!"

"آرام سے ہیں.... اُن کی فکر نہ کرو.... ہاں تو سردار کو اس پر اعتراض ہے کہ سر سلطان مجھے سرکاری رازوں میں شریک کرلیتے ہیں۔!"

"وہ ایسے سارے آفیسروں کی نگرانی کرا رہے ہیں جو محکموں کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... بھلا وہ کون کون سے محکمے ہیں۔!"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے، سردار نے مجھے اتنا ہی بتایا تھا۔!"

"بہر حال تم سے پھر بیوقوفی سرزد ہوگئی ہے.... اگر مجھے اور سر سلطان کو مجرم سمجھتی ہو تو اتنی کھل کر گفتگو نہ کرنی چاہئے تھی....! اب تم کیا یہ سمجھتی ہو کہ میری طرف سے کسی رعایت کی گنجائش رہ گئی ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اب اپنے باپ سمیت خود کو میری قیدی سمجھو....! میں کب چاہوں گا کہ میری یا سر سلطان کی گردن کٹ جائے.... اب تو ہم دونوں بہت زیادہ محتاط ہوجائیں گے۔!"

"تم مجھے قید میں نہیں رکھ سکتے....!" یک بیک وہ جھلا کر بولی۔

"ابھی تک تو وہی ہوا ہے جو میں نے چاہا ہے۔!"

"دیکھا جائے گا.... آپ کچھ بھی کریں عمران صاحب سردار کو اس کی اطلاع ہو جائے گی کیونکہ وہ سر سلطان کے آفس کے باہر بھی آپ کی نگرانی کراتے رہے ہیں۔!"

"اُف.... فوہ....! یہ نئی اطلاع بھی پھسل ہی گئی آپ کی زبان سے.... واقعی یہ سردار بالکل چغد ہی معلوم ہوتا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اُس کے بارے میں سب کچھ مجھے بتائے دے رہی ہو.... آخر اُس نے کیا سمجھ کر آپ کو اپنے اس راز میں شریک کیا تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی.... اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی قابو میں نہ رہنے والی زبان کو دل ہی دل میں کوس رہی ہو۔!"

"یہ اُس کی پرانی کمزوری تھی کہ دوسروں سے خود کو طباع اور ذہین تسلیم کرا لینے کے چکر میں کبھی کبھی اپنی کھال سے بھی باہر نکل جانے کی کوشش کرتی تھی۔ ویسے حقیقتاً وہ اتنی ذہین تھی اور نہ اتنی سمارٹ۔!"

عمران خاموشی سے اُس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اچانک اُس نے زور زور سے رونا اور اپنے بال نوچنا شروع کردیتے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔

◆

رخسانہ متحیر رہ گئی جب اُس نے ربیکا یا رقیہ کو چوتھے دن ہی اردو بولتے سنا۔ وہ تو بالکل اُسی کی طرح اُردو بول رہی تھی اور اُس کی ماں کی ہو بہو نقل اتار کر رکھ دی تھی۔ بالکل اُسی کے سے انداز میں کہہ رہی تھی "رخسانہ بیٹی! میرے تو پہونچے دکھنے لگے اب یہ دو فراکیں تم دھو ڈالو۔!"

"بتاؤ نا....! میں صرف نقل اُتار سکتی ہوں مفہوم سے بے خبر ہوں....!"

"میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ تم اتنی کامیاب نقال ثابت ہوگی۔!" رخسانہ نے کہا اور ربیکا ہنس پڑی۔ پھر رخسانہ اُسے اُس جملے کا مفہوم بتانے لگی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے اسٹیج ڈراموں سے دلچسپی رہی ہے۔!" ربیکا نے کہا۔!

"میک اپ بھی کرسکتی ہوں... کہو تو تمہاری شکل ہی بدل کر رکھ دوں کبھی تم نے غور کیا کہ میری

ناک اور دہانے کی بناوٹ تمہارے دہانے اور ناک کی بناوٹ سے کتنی ملتی جلتی ہے۔ !“

”نہیں تو....!“ رخسانہ بولی۔

”بالکل یکساں ہیں....! یقین کرو.... البتہ میری آنکھوں کی بناوٹ مختلف ہے۔ اسی کی بناء پر تم محسوس نہیں کر سکیں۔ میرے بال سنہرے ہیں اور تمہارے سیاہ اگر میں کالی وگ لگالوں اور تاریک شیشوں کی عینک استعمال کروں تو کوئی بھی مجھے ربیکا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ بس یہی معلوم ہو گا کہ تم نے عینک لگالی ہے۔ !“

”یقین نہیں آتا۔ !“

”ابھی ثابت کئے دیتی ہوں....! میرے پاس کالی وگ بھی موجود ہے۔ !“

وہ اپنا سوٹ کیس اٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ اور رخسانہ کمرے میں بیٹھی عش عش کرتی رہی۔ عجیب و غریب لڑکی تھی یہ ربیکا بھی۔ !

تھوڑی دیر بعد ربیکا اُسی ہیئت کذائی میں باتھ روم سے برآمد ہوئی جس کا تذکرہ کر کے گئی تھی۔ رخسانہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی اُس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دوسری رخسانہ تاریک شیشوں کی عینک لگائے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ !

”خدا کی قسم حیرت انگیز....!“ وہ بدقت کہہ سکی۔ !

”اور دیکھو کیا میں تمہاری طرح چلتی نہیں ہوں۔ !“ ربیکا اُس کی چال کی نقل اُتار کر بولی۔ ”مگر نہیں بھلا تمہیں اپنی چال کا کیا اندازہ ہو گا۔ کیوں نہ آج تمہاری جگہ میں ہی دفتر چلی جاؤں۔ !“

رخسانہ کچھ نہ بولی۔

”خاصی تفریح رہے گی.... طاہر میری اس صلاحیت سے آگاہ نہیں ہیں۔ !“

”تب تو واقعی بڑا مزہ رہے گا۔ !“ رخسانہ بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولی۔

”تو پھر چلی جاؤں۔ !“

”جیسا تمہارا دل چاہے.... ویسے طاہر بھائی کہیں بعد میں ناراض نہ ہوں۔ !“

”کیا سمجھتی ہو.... میں انہیں بتاؤں گی.... بتاؤں گی اُس وقت جب وہ میری کسی حرکت کا ذمہ دار تمہیں ٹھہرائیں گے۔ !“

”کک.... کیا مطلب....!“

”شام کو دوڑے آئیں تم سے تمہارے کسی رویئے کا سبب پوچھنے اور تب ہی مجھے بھی یقین آئے گا کہ میں ایک کامیاب اداکارہ ہوں۔ !“

”کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ !“

”اس کی ذمہ داری مجھ پر۔ !“ ربیکا اکڑ کر بولی پھر چند لمحے خاموش رہ کر پوچھا ”کیا تم دفتر میں زیادہ تر انگریزی بولتی ہو۔ !“

”ہاں....!“ رخسانہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”زیادہ تر انگریزی بولتی ہوں۔ !“

”تب تو یہ دشواری بھی رفع ہوئی میں بالکل تمہاری آواز اور تمہارے لہجے میں انگریزی بول سکوں گی.... لو سنو....!“

پھر اُس نے سچ مچ بالکل اُسی کی سی آواز اور لہجے میں بولنا شروع کر دیا تھا۔ رخسانہ کا سر چکرا گیا اور کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ !“

”تو پھر میں جاؤں دفتر....!“ ربیکا نے پوچھا۔ !

”جاؤ.... لیکن نہ جانے کیوں مجھے کچھ خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔ !“

”تم فکر نہ کرو....! میں بھی کئی دنوں سے گھٹ رہی رہوں....! تھوڑی سی تفریح ہو جائے گی لیکن ماں کو اس کے بارے میں ہرگز نہ بتانا۔ !“

”تمہاری عدم موجودگی اور اپنی موجودگی کا کیا جواز پیش کروں گی۔ !“ رخسانہ نے پوچھا۔

”کہہ دینا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے.... اور میں تمہاری چھٹی کی درخواست لے کر دفتر گئی ہوں۔

”اور پھر تم شام تک واپس نہیں آؤ گی۔ !“

”اس کے لئے میں خود ہی کوئی عذر سوچ رکھوں گی تم فکر مت کرو۔ !“

ماں اس وقت گھر پر موجود نہیں تھی... خورد و نوش کا سامان لینے مارکیٹ گئی ہوئی تھی۔ !

رخسانہ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ ایسی کوئی حرکت ہو لیکن وہ خاطر خواہ طور پر اس کی مخالفت نہ کر سکی.... اور ربیکا اُسی طرح آفس چلی گئی۔

ماں کی واپسی پر رخسانہ نے اُسے وہی بتایا جس کا مشورہ ربیکا دے گئی تھی پھر جیسے وقت گذرتا رہا تھا ماں کی تشویش بھی بڑھتی رہی تھی۔

”تم سے بڑی غلطی ہوئی رخسانہ....!“ اُس نے کہا۔ ”ایسی کون سی آفت آگئی تھی تم کل خود ہی عرضی لکھ کر دے دیتیں.... اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم طاہر کو کیا منہ دکھائیں گے۔ !“

"بس غلطی ہوئی امی.... وہ بھی تو بہت ضدی ہے....! جس بات پر اڑ جاتی ہے کر ہی کے دم لیتی ہے....!" رخسانہ نے بیچارگی سے کہا۔

"اللہ کی حفاظت میں دیا۔!" ماں ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ویسے شام ہوتے ہوتے اُس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔

آخر ٹھیک ساڑھے چار بجے ربیکا کی آواز سنائی دی وہ سیاہ برقعے میں واپس آئی تھی چہرے پر نقاب بھی پڑی ہوئی تھی۔ برقعہ اتارا تو اُس میں ربیکا ہی برآمد ہوئی۔ رخسانہ نہیں....! رخسانہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی۔

"ماں سے کہہ دو کہ میں نے برقعہ خریدا تھا اور سارے شہر میں گھومتی پھری تھی۔ کئی دن سے گھر میں بیٹھے بیٹھے تنگ آگئی تھی....!" ربیکا نے کہا۔

ماں نے رخسانہ کے توسط سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تھا اور ربیکا ہنس کر بولی تھی۔!"ماں کو اطمینان دلا دو کہ میں کوئی ننھی سی بچی نہیں ہوں۔ اپنا تحفظ خود کر سکتی ہوں۔!"

وہ بات ختم ہو گئی تھی اور رخسانہ نے اُس سے دفتر کے بارے میں پوچھا تھا۔

"بس مزہ آگیا....!" وہ ہنس کر بولی۔ "کچھ ہی دیر بعد شائد طاہر بھی پہنچ جائیں۔!"

"آخر ہوا کیا....؟"

"طاہر سے بحیثیت رخسانہ لڑ گئی تھی۔!"

"تب تو انہوں نے تمہیں پہچان لیا ہو گا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر کیا کیا تم نے....!"

"کچھ بھی نہیں.... پھولی بیٹھی رہی.... دو بار کیبن میں معذرت کرنے آئے تھے لیکن میں نے لفٹ ہی نہیں دی۔!"

"خدا کی پناہ....! پھر بعد میں انہیں بتایا تھا یا نہیں۔!"

"کیوں بتاتی.... بحیثیت رخسانہ گئی تھی اور اُسی طرح واپس آئی ہوں۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ لیکن لڑائی کیسے ہوئی تھی۔!"

"کچھ کاغذات ٹائپ کرنے کے لئے بھجوائے تھے۔ میں نے غلط سلط ٹائپ کر کے واپس کر دیئے اور پھر دوبارہ ٹائپ نہیں کئے۔!"

"واقعی بہت بُرا ہوا.... اب میں اُن کا سامنا کیسے کروں گی۔!"

"میں کیا جانوں....!" ربیکا نے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے یہ تم کہہ رہی ہو۔!"

"میں ہی کہہ رہی ہوں.... مزہ تو اب آئے گا.... جب ماں کہے گی کہ رخسانہ تو آج آفس ہی نہیں گئی اور وہ کسی طرح بھی تمہاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔!"

"اور تم خاموش رہو گی....!"

"میری حیثیت ایک تماشائی کی ہو گی۔!"

"کیا یہ کوئی اچھی بات ہو گی۔!"

ربیکا کچھ نہ بولی.... اس وقت وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ رخسانہ بار بار حیرت سے اُسے دیکھنے لگتی۔!

اور پھر ایک گھنٹے کے بعد طاہر بھی آ پہنچا تھا....! رخسانہ کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ لپک کر اُس کا استقبال کرے ویسے اُس پر کھسیاہٹ کا دورہ بھی پڑ گیا تھا۔!

"خدا کا شکر ہے....! تمہارا موڈ تو ٹھیک ہوا....!" طاہر نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آج تمہیں کیا ہو گیا تھا۔!"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں! میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آج تو میں دفتر ہی نہیں گئی تھی۔!"

"میں بھی یہی سمجھنا چاہتا ہوں کہ آج تم دفتر ہی نہیں گئی تھیں....!" طاہر نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی۔!

"خدا کی قسم آج میں دفتر نہیں گئی تھی.... ماں سے پوچھ لیجئے۔!"

"کیوں اس قسم کی باتیں کر رہی ہو.... خیر ہو گا.... چلو اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے رویئے پر ندامت ہے۔!"

"اُن دونوں کے درمیان انگلش میں گفتگو ہوئی تھی۔ لیکن ربیکا لاتعلق بنی بیٹھی رہی تھی۔ نہ کچھ بولی تھی اور نہ کسی موقع پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔ رخسانہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کیونکہ سچی بات بتا دینے میں مزید شرمندگی اٹھانے کا خدشہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔ اگر ربیکا اپنے قول کے مطابق مکر جاتی تو شائد طاہر رخسانہ کی دماغی صحت ہی کی طرف سے مشکوک ہو جاتا۔ لہٰذا اُس نے تہیہ کر لیا کہ خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے گی اور پھر طاہر نے بھی بات ختم

کردی تھی۔ !

* * *

سر سلطان بے حد متفکر نظر آرہے تھے.... عمران مس نوشاد کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تو بولے.... ”آخر اُسے روکے رکھنے سے کیا فائدہ.... حوالات میں ڈال دو اور کیس بناؤ....!“

”ابھی نہیں....! انور سردار پر ابھی تک اسی لئے تو ہاتھ نہیں ڈالا جاسکا تھا کہ اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں تھا۔ !“ عمران نے کہا۔

”ہوں.... تو پھر....!“

”اسی طرح کے کم از کم دو شاہد اور مل جائیں تو میدان آپ ہی کے ہاتھ رہے گا۔ !“

”اچھی طرح سوچ لو....!“

”بے فکر رہئے.... اس طرح دیر تو لگے گی لیکن کام پکا ہوگا۔ !“

”اور وہ دوسری عورت.... ریکھا....!“

”اُس نے کسی قسم کا کوئی واضح اعتراف نہیں کیا تھا اسی لئے اس کے ساتھ دوسری تدبیر کی گئی ہے۔ !“

”وہ کیا....؟“

”رات بھر بند رکھنے کے بعد صبح چھوڑ دیا۔ !“

”کیا بات ہوئی....!“

”بات یہ ہوئی کہ ہوش میں آنے کے بعد اور خود کو آزاد محسوس کرنے کے باوجود بھی اُس نے پرنس ہوٹل کا رخ نہیں کیا تھا اور نہ وہیں گئی جہاں اُس کا قیام ہے.... میرے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ !“

”تو اُسے چھوڑ کیوں دیا....!“

”میرے خیال سے وہ انور سردار کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ ممکن ہے ہلدا کارلوس سے متعلق بھی معلومات رکھتی ہو۔ لیکن کسی طرح کچھ اُگل دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔ لہٰذا یہ طریق کار اختیار کیا.... بحالت بیہوشی اُسے سائیکو مینشن سے باہر نکالا گیا اور ایک ویرانے میں موٹر سائیکل سمیت چھوڑ دیا گیا۔ !“

”بات کو بڑھاتے بہت ہو....!“

عمران کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد سر سلطان نے کہا ”ہلدا کارلوس کی تصویر شائع کرانے کی مخالفت ہو رہی ہے سفارت خانے کی طرف سے۔ !“

”ہونی ہی چاہئے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تصویر شائع ہو جانے پر اُس کے صورت آشنا لامحدود ہو جائیں گے۔ اس طرح اُس کے مل جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ !“

”آخر تمہیں کس بناء پر یقین ہے کہ وہ ابھی تک شہر سے باہر نہیں جاسکی۔ !“

”اپنے آدمیوں کی کارکردگی کی بناء پر پولیس بھی پوری طرح ہوشیار ہے۔ ناکہ بندی مزید سخت کردی گئی ہے وہ شہر سے باہر نہیں جاسکتی۔ !“

”اگر نکل ہی گئی تو....؟“

”میرا اور آپ کا مقدر....!“

”جانتے ہو کیا ہوگا اس کا انجام....!“

”کئی ممالک سے ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ !“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ سر سلطان نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ کال ریسیور کی اور پھر ریسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری کال ہے۔ !“

عمران نے ریسیور لے لیا دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔ ”اُس نے فلیٹیز میں کمرہ حاصل کرلیا ہے۔ اپنے گھر نہیں گئی.... کمرہ نمبر ایک سو بارہ۔ !“

”ٹھیک ہے.... اُسے کڑی نگرانی میں رکھا جائے.... فلیٹیز میں کون ہے۔ !“

”صفدر اور نیمو....!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران نے کہا۔ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سر سلطان سے بولا۔ ”میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اُس نے فلیٹیز میں کمرہ لیا ہے۔ نہ اپنے گھر گئی اور نہ ہی پرنس کا رخ کیا.... بہت کچھ جانتی ہے.... انور سردار کے بارے میں اور بخوبی سمجھتی ہے کہ اگر انور سردار کو شبہ بھی ہو گیا کہ میری قید میں رہ چکی ہے تو اُس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ !“

سر سلطان کچھ نہ بولے۔

عمران چیونگم کا ایک پیس اُن کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”ہیو ون....!“

سر سلطان نے اُسے بُری طرح گھورا تھا۔ !

"سوری سر....! بھول گیا تھا کہ آپ کے دانت نقلی ہیں۔ !"

"تمہارے باپ کے تو اصلی ہیں کبھی انہیں پیش کر کے دیکھو....!"

"انہوں نے مسوڑھوں کے اندر فکس کرا رکھے ہیں۔ اگر ایک نکل گیا تو اُس خلاء کو پر نہیں کیا جاسکے گا اور یہ ایک بڑا قومی نقصان ہوگا۔ !"

"میرے لئے نئی اطلاع ہے....!"

"کسی سے کہئے گا نہیں۔ !" عمران بائیں آنکھ دبا کر آہستہ سے بولا۔ "ورنہ کہیں گے کہ بیٹا ہی بڑھاپے کی پبلسٹی کرتا پھر رہا ہے۔ !"

"واقعی بہت نالائق ہو....!" سر سلطان نے کہا.... پھر سنبھل کر بولے۔ "یہ کیا بکواس شروع کر دی.... انور سردار کی بات ہو رہی تھی۔ !"

"ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ !" عمران سر کھجاتا ہوا بولا۔ "انور سردار کے خلاف کم از کم تین ایسے گواہ ضروری ہیں جو اُس کی زندگی کے بیشتر پہلوؤں سے واقف ہوں۔ !"

"وقت ضائع کر رہے ہو....!" سر سلطان نے کہا "صرف ہلدا کارلوس کی تلاش پر زور دو۔ !"

"اُس کا آپ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کہ ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک سے چلے جانے پر مجبور کر دیں۔ !"

"لیکن وہ چیز تو ہاتھ آجائے گی جو اُس کے قبضے میں ہے۔ !"

"اُس کے بعد انور سردار دس عدد نئی ہلدائیں پیدا کر لے گا۔ !"

"میں پھر کہتا ہوں کہ جہاں تم نے اُس کے معاملے کو باضابطہ طور پر آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ کوئی بڑی رکاوٹ سامنے آکھڑی ہوگی۔"

"میں سمجھتا ہوں.... اسی لئے تو ضابطے کے بغیر ہی کام چلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ !"

"پھر گواہوں کی فکر کیوں ہے....!"

"میں اُسکی طرف سے نااُمید بھی نہیں ہوں کہ اُسکے خلاف باضابطہ کارروائی ہو سکے گی۔ !"

"سنو....! میں باعزت طور پر ریٹائر ہونا چاہتا ہوں۔ !"

"جناب عالی....! وہ صرف بڑے باپ کا بیٹا ہے.... سب سے بڑے باپ کا بیٹا نہیں۔ !"

فون کی گھنٹی پھر بجی تھی....! سر سلطان نے ریسیور اٹھایا تھا۔ سنتے رہے اور پھر یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ "فائل اسد صاحب کے پاس جائے گا۔ !"

"لیکن تمہارا ایک اندازہ ابھی تک غلط ثابت ہوا ہے۔ !" انہوں نے عمران سے کہا۔

"کون سا اندازہ....؟"

"تم نے کہا تھا کہ سفیر ابھی ایک رپورٹ اور درج کرائے گا جس میں ہلدا کا تعاقب کرنے والوں میں سے صرف ایک کا حلیہ وضاحت کے ساتھ ہوگا اور یہ تمہارا ہی حلیہ ہوگا۔ !"

"بہت سمجھ دار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ یا پھر وہ اتنا محتاط ہے کہ خود اُس نے انور سردار سے براہِ راست رابطہ نہیں رکھا۔ بیٹی کے توسط سے معاملات ہوئے ہوں۔ خصوصیت سے میرے ہی خلاف شبہ ظاہر کرنے والا انور سردار ہی ہو سکتا ہے۔ !"

سر سلطان کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ ! عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "خدا حافظ۔ !"

سر سلطان نے سر کو جنبش دی تھی اور اُن کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔ !

دفتر سے نکل کر عمران نے فلیٹ کی راہ لی۔ اُسے علم تھا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ ایک بہت پرانے موڈل کی شکستہ فورڈ دفتر سے روانہ ہوتے ہی پیچھے لگ گئی تھی جس نے فلیٹ تک پہنچا کر ہی دم لیا۔ !

ادھر جوزف بیٹھا بل کھا رہا تھا کیونکہ کچھ ہی دیر پہلے کسی نے فون پر عمران کو بے نقط سنائی تھیں اور جوزف کے توسط سے اُسے متنبہ کیا تھا کہ وہ آگ سے کھیل رہا ہے۔

"ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے....!" عمران اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔

"مجھے بتاؤ باس وہ کون ہے.... میں اُس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ !"

"اگر وہ ہڈیاں تڑوانے کا خواہش مند ہوتا تو کم از کم اپنا نام ضرور بتا دیتا۔ !"

"نام تو نہیں بتایا تھا۔ !" جوزف نے مایوسی سے کہا۔ "لیکن تم تو جانتے ہو گے باس....!"

"میں گالیاں دینے والوں سے اُن کے نام نہیں پوچھا کرتا.... اپنا کام کر.... کیوں وقت عزیز کو کھوتا ہے۔ ! اور اگر ہڈیاں ہی توڑنی ہیں تو سلیمان کی توڑ دے۔ !"

"کیوں باس....؟"

"اپنی بیوی کو بھی مونگ کے پاپڑ بنانے کی ترکیب بتا دی ہے۔ !"

"بڑے اچھے بناتی ہے باس.... میں نے بھی کھائے تھے۔ !"

"اور تجھے شرم نہیں آئی تھی اتنے بڑے ڈیل ڈول سے کرر کرر کی آوازیں نکالتے ہوئے۔"

”آئی تو تھی باس....!“ جوزف جھینپ کر بولا۔

”کہاں ہیں دونوں نانجار....!“

”میٹنی شو دیکھنے گئے ہیں۔!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم ٹھہرو باس کہیں وہی نہ ہو۔!“

اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔ ”ہیلو....!“

پھر کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔

”کوئی عورت ہے باس....!“ وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا اور عمران نے آگے بڑھ کر ریسیور اُس کے ہاتھ سے لے لیا....!

”ہلو....!“

”کون! مسٹر عمران....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہاں....! میں ہی بول رہا ہوں۔!“

”آپ نے یہ کیا کیا! کیوں پکڑا تھا... کیوں چھوڑ دیا... اب میری زندگی خطرے میں ہے۔!“

”کہاں سے بول رہی ہو....!“

”فلیٹیز کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ سے.... گھر نہیں جا سکتی.... اٹھارہ گھنٹے کی غیر حاضری نے اُسے شبہات میں مبتلا کر دیا ہو گا۔!“

”میں نے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ تم باقاعدہ طور پر بارات لے کر آ جاؤ میں نے شادی کا وعدہ کیا تھا نا۔!“

”مسٹر عمران پلیز....! مجھے بچائیے.... جتنا کچھ جانتی ہوں سب بتا دوں گی۔ ابھی مرنے کو دل نہیں چاہتا۔!“

جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔ عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

”اچھی بات ہے۔! وہیں ٹھہرو.... میں کچھ کروں گا۔!“

ریسیور رکھ کر جوزف کی طرف مڑا۔

”کس سے شادی کا وعدہ کیا تھا باس....!“ وہ بوکھلا کر بولا۔

”شیطان کی خالہ سے.... اپنے کام سے کام رکھو....!“

”ٹھہرو باس.... میری بات سُن لو.... پچھلی رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا جیسے تم نے ایک شیرنی پالی ہے اور جب بھی تم کھانا کھانے بیٹھتے ہو تو وہ تمہیں گرا کر تمہارے سینے پر چڑھ بیٹھتی ہے۔!“

”اور کھانا پکاتا کون ہے....!“

”یہ تو نہیں دکھائی دیا تھا۔!“

”کاش کوئی شیرنی ہی مجھے سلیمانی مونگ کی دال سے نجات دلوا سکتی۔!“

”باس....! میرے اس خوف ناک خواب کو مذاق میں نہ ٹالو۔!“

”یعنی میں سچ مچ کسی شیرنی کو اپنے سینے پر سوار کرا لوں....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”تم شادی نہیں کرو گے باس....!“

”اب وہ کہہ رہی ہے۔!“

”میں نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو یہ کہہ سکے۔!“

”تو ایسی عورت کو پہچان ہی نہیں سکتا....! بکواس مت کر....!“

فون کی گھنٹی پھر بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔! اس بار دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

”ہلدا کارلوس والے کیس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!“

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ کسی سفیر کی بیٹی ہے۔!“

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اس کا تعاقب کرتے رہے ہو۔!“

”سر سلطان کو بھی یہی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن اطلاع دینے والے کا نام انہوں نے مجھے نہیں بتایا۔!“

”میں بتائے دیتا ہوں....!“ رحمان صاحب کی غصیلی آواز آئی۔ ”مجھے انور سردار نے اطلاع دی ہے۔!“

”جھگڑے سے پہلے یا بعد میں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”مجھے بھی اطلاع ملی ہے کہ کسی پارٹی میں آپ کا اُس سے جھگڑا ہوا تھا۔!“

”صحیح اطلاع ملی ہے اور تم سے متعلق اس نے مجھے جو اطلاع دی تھی اُس پر جھگڑا ہوا تھا۔!“

"لیکن یہ تو کئی دن کی بات ہے....! یعنی ہلدا کارلوس کے غائب ہو جانے سے پہلے کی۔!" عمران نے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" رحمان صاحب بھنا کر بولے۔

"یہی کہ وہ پیش بندی تھی مجھے علم ہے کہ سفیر نے بھی اپنی رپورٹ میں کسی تعاقب کرنے والے کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی نشان دہی نہیں کی۔ انور سردار نشان دہی کر رہا ہے۔!"

"کسی خاص نتیجے پر پہنچے ہو۔!"

"کس سلسلے میں....!" عمران نے سوال کیا۔

"ہلدا کارلوس کے سلسلے میں۔!"

"اُس کے کسی معاملے کا مجھے علم نہیں۔!"

"کیا سر سلطان کا محکمہ اُس میں دلچسپی لے رہا تھا۔!"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میں ہلدا کارلوس کا تعاقب کرتا رہا ہوں۔!"

"میں نے تم سے سوال کیا ہے۔!" رحمان صاحب غرائے۔

"بہتر ہوتا اگر آپ یہ سوال سر سلطان ہی سے کرتے۔! وہ سارے کام ٹھیکے پر نہیں کراتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی کام انہوں نے میرے ذمے نہیں ڈالا۔!"

"سنو....! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم انور سردار سے نہ الجھو....!"

"اور وہ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتا پھرے.... میرے باپ کو باور کرانے کی کوشش کرے کہ میں لڑکیوں کا تعاقب کرتا ہوں۔!"

"گھر کب آ رہے ہو۔!"

"جب آپ حکم دیں۔!"

"کیا تمہیں علم ہے کہ کئی دنوں سے کچھ لوگ تمہارا بھی تعاقب کر رہے ہیں۔!"

"نہیں تو....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور وہ اُسی کے آدمی ہیں۔!"

"یعنی کہ وہ سیر لیس ہو گیا ہے۔!"

"عمران بکواس مت کرو.... مجھے بتاؤ کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے۔!"

"یعنی کہ انور سردار نے تو صرف تعاقب کی بات کی تھی اور آپ کا خیال ہے کہ میں نے

اُسے اغواء کر لیا ہے۔!"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو....!"

"جی بہت اچھا....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جوزف کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے اپنے سعادت مندانہ رویئے کی داد طلب کر رہا ہو۔!

◆

سارجنٹ نیمو کی ڈیوٹی پرنس ہوٹل میں لگائی گئی تھی اور وہ میمی فاؤلر کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے لئے اس نے اُسی راہداری کا ایک کمرہ حاصل کیا تھا۔ جس میں میمی کا کمرہ تھا۔ میمی بہت خوبصورت تھی، حرکات و سکنات سے ایسا لگتا جیسے رگوں میں خون کی بجائے پارہ رکھتی ہو۔ کھڑی ہے تو تھرک رہی ہے بیٹھی ہے تو تھرک رہی ہے چلتی ہے تو لگتا جیسے یہ بھی رقص ہی کا کوئی انداز ہو۔ گاتی بھی تھی اور اس وقت تو اُس کے تماشائیوں کا بُرا حال ہو جاتا جب وہ اردو کی کسی فلمی غزل کی نقل اُتارتی.... پرنس کا ڈائیننگ ہال کھچا کھچ بھرا رہتا تھا اس کی وجہ سے....!

ہفتے میں دو راتیں آرام کی ہوتی تھیں۔ وہ اُن راتوں میں اپنے فن کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی لیکن اس کے باوجود بھی پرنس والوں کی آمدنی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ کیونکہ میمی کی وجہ سے لوگ اپنی میزیں کئی کئی دنوں کے لئے مخصوص کرا لیتے تھے ان میں سے زیادہ تر اس چکر میں آتے تھے کہ شائد ان کی رسائی میمی فاؤلر تک ہو جائے لیکن وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔ جب وہ شو کے لئے تیار ہو کر اپنے کمرے سے برآمد ہوتی تو اُسے راہداری میں ان لوگوں کی بھیڑ نظر آتی جو اُس سے فرصت کے اوقات میں ملنے کے متمنی ہوتے۔!

نیمو کو علم تھا کہ آج رات کو میمی کا شو نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے کمرے ہی تک محدود نہ رہے گی کوئی نہ کوئی اُسے لے اڑے گا اور وہ اُسی کے ساتھ پرنس کے باہر رات گذارے گی۔! یہ "شرف" زیادہ تر ہوٹل کے مالک انور سردار کے دوستوں ہی میں سے کسی کو حاصل ہوتا تھا۔ ویسے نیمو یہ سوچ سوچ کر بور ہوتا رہا کہ اُسے اس حال میں بھی اُس کی نگرانی کرنی ہے۔!

ٹھیک آٹھ بجے وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈائیننگ ہال میں آیا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے پڑے ہوئے اسٹولوں میں سے ایک پر بیٹھ کر کلرک سے ٹیلی فون ڈائرکٹری طلب کی تھی۔! مقصد اس

کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ یہیں میمی کا انتظار کرے.... وہ اُدھر ہی سے گذر کر باہر جاتی....!

اُس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی ورق گردانی شروع کر دی۔! ایک منٹ بھی نہیں گذرا تھا کہ روم سروس کے ایک آدمی نے اُسے ایک پرچہ تھماتے ہوئے کہا۔ "آپ کے لئے ہے جناب۔!"

نیمو نے اُس سے پرچہ لے لیا۔ تحریر دیکھی اور متحیرانہ انداز میں پرچہ لانے والے کو دوبارہ دیکھنا چاہا.... لیکن وہ جا چکا تھا۔ اُس نے پھر تحریر پر نظر ڈالی۔

"تمہیں حیرت ہو گی لیکن مجھ سے مل لو میرے
پڑوسی ہونا.... کمرہ نمبر سترہ میں رہتے ہو۔!"

تحریر کے نیچے کمرے کا جو نمبر لکھا ہوا تھا وہ میمی فاؤلر کے کمرے کے نمبر کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔!

نیمو سناٹے میں آ گیا.... اس کا مطلب....؟ کیا اُسے علم ہو گیا ہے کہ وہ اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔ لیکن اُس نے تو بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ تو پھر اب کیا کیا جائے۔ وہ سوچتا رہا۔ اگر اُسے شبہ ہو گیا ہے تو اس کمرے میں قدم رکھنا خطرے سے خالی نہ ہو گا۔! لیکن میمی فاؤلر.... کیا خود اُس کے دل میں یہ خواہش نہیں پیدا ہوئی تھی کہ کاش وہ بھی کچھ وقت اُس کے ساتھ گذار سکے۔ بہر حال میمی کے قرب کے احساس کی لذت بالآخر سارے اندیشوں پر غالب آ گئی۔ وہ اٹھا، ٹیلی فون ڈائرکٹری کلرک کے حوالے کی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ میمی کے کمرے کے سامنے پہنچ کر رکا تھا اور دروازے پر دستک دی تھی۔

"آ جاؤ....!" اندر سے آواز آئی۔ اُس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا.... میمی سنگھار میز کے قریب کھڑی تھرک رہی تھی۔ اُس کی طرف مڑی اور زور سے ہنس پڑی۔ نیمو نے غیر ارادی طور پر اس کا ساتھ دیا تھا۔

"تو اس کا مطلب ہوا کہ تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی۔" میمی تھرکتی ہوئی بولی۔

"قطعی نہیں۔!" نیمو نے کہا۔ "حیرت تو اس وقت ہوتی جب تم اپنے کمرے میں بلانے کی بجائے مجھے مشورہ دیتیں کہ کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی آدمی سے مل بیٹھے۔!"

"معقول بات ہے....!" میمی سر ہلا کر بولی۔

"ہاں اب بتاؤ کہ میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں۔!"

"میرے ساتھ باہر چلو....!"

"ضرور چلوں گا۔!"

"دراصل میں اُن لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں جو مجھے باہر لے جاتے ہیں۔ شام سے کئی کالیں آ ہیں لیکن میں اُن کے ساتھ شام نہیں گذارنا چاہتی۔! وہ سب ایک ہی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ نے سبھوں سے کہہ دیا ہے کہ آج ایک پرانا دوست مل گیا ہے جو کبھی فرانس میں رہتا تھا۔!"

"تم نے غلط نہیں کہا.... میں تین ماہ پیرس میں بھی رہ چکا ہوں۔!"

"اگر کوئی مل جائے تو اس سے کہہ دینا مجھے اس وقت سے جانتے ہو جب میں ریٹا کہلاتی تھی۔!"

"ریٹا.... یہ نام بھی خوبصورت ہے۔!"

"بس تو پھر چلیں....!" میمی میز پر سے اپنا پرس اٹھاتی ہوئی بولی۔

دونوں کمرے سے باہر نکلے تھے۔

میمی نے کہا "اس کاریڈور کے سارے مکینوں میں تم ہی ڈھنگ کے لگے تھے۔!"

"شکریہ....! لیکن تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کس قسم کی گفتگو پسند کرتی ہو۔!"

"وہ جو میری ذات سے متعلق نہ ہو۔ مجھے علم ہے کہ میں خوش شکل ہوں۔ پھر کیا ضرد ہے کہ تم بات بات پر مجھے مطلع کرتے رہو کہ میں بہت خوب صورت ہوں۔!"

"وہ جھوٹے ہیں.... تم قطعی خوبصورت نہیں ہو۔!" نیمو نے کہا۔

"یہ ہوئی نا بات۔!"

"لیکن میں واقعی بہت خوبصورت ہوں.... کیونکہ تم نے اس کاریڈور میں صرف م طرف توجہ دی ہے۔؟!"

"یہ گوارا ہے کہ میں تمہارے منہ سے تمہارے ہی حسن کی تعریف سن لوں۔!"

جب وہ ڈائننگ ہال سے گذر کر صدر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے تو اُن کی جا بے شمار نظریں اٹھی تھیں لیکن وہ کسی کی طرف توجہ دیئے بغیر باہر نکلے چلے آئے تھے۔

"کہاں چلو گی....؟" نیمو نے پوچھا۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔!"

"اچھی بات ہے.... تو یہ مجھ پر چھوڑ دو۔!" نیمو نے کہا اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھتا رہا۔

لیٹیز....!" اُس نے ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد ڈرائیور سے کہا تھا۔!

◆

ان اس وقت رانا پیلس میں تھا۔! کچھ دیر پہلے اپنے فلیٹ میں اُس نے ایک بار پھر ریکھا کی رکی تھی اور فلیٹ سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ رانا پیلس پہنچنا چاہتا تھا لیکن تعاقب کرنیوالے کو لے محدود رکھنا بھی مقصود تھا۔ اسلئے اُسے ڈوج دینے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا تھا۔ ع کے لئے اُس نے بعض دوکانیں مخصوص کر رکھی تھیں۔ یہ ایسی دوکانیں تھیں جن طرف سے داخل ہو کر دوسری سڑک پر نکل جانا بے حد آسان ہوتا تھا۔ کیونکہ آمدو دروازے دونوں جانب ہوتے تھے۔! بس ایسی ہی ایک دوکان کے ذریعے تعاقب کرنے ج دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔!

عال اس وقت وہ بلیک زیرو سے ریکھا ہی کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ بلیک زیرو کا اُسے ریکھا سے مل لینا چاہئے۔!

اُس پر اعتماد نہیں کر سکتا....!" عمران نے کہا۔

میری سمجھ میں نہیں آئی....!" بلیک زیرو بولا۔

شاد سے مختلف ہے....! میرا سہارا لینے کی بجائے وہ اس بات کی کوشش کرے گی کہ سے دور رہ کر اُسے ٹھنڈا کر لے.... انور سردار اس وقت یہی تو چاہتا ہے کہ میں کسی کے ہتھے چڑھ جاؤں۔ اگر ریکھا کے توسط سے وہ اُس میں کامیاب ہو جائے تو اُسے ضرور گا۔!"

ت سمجھ میں آرہی ہے۔!" بلیک زیرو سر ہلا کر بولا.... اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔ نے کال ریسیو کی۔ پھر ریسیور عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "آپ کی کال ہے۔!"

ی طرف سے صفدر کی آواز آئی تھی جو فلیٹیز میں ریکھا کی نگرانی پر مامور تھا۔ لیکن س تھا کیونکہ ریکھا اُسے دیکھ چکی تھی۔ صفدر نے اُسے اطلاع دی کہ نیمو فلیٹیز میں میمی تھ رقص کر رہا ہے۔!"

.... تو وہ اُس سے مل بیٹھا ہے۔!" عمران نے طویل سانس لی۔

"اگر مل ہی بیٹھا تھا تو فلیٹیز میں آنے کی کیا ضرورت تھی....! میک اپ میں بھی نہیں ہے.... اور اُسے علم بھی تھا کہ ریکھا نے فلیٹیز ہی میں کمرہ لیا ہے۔!"

"کسی طرح یاد دہانی کراؤ....!" عمران نے کہا۔

"کسی قدر مدہوش بھی ہے....! میں اُس کے قریب جانے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا.... آگاہ کر دیا ہے اگر آپ خود آکر سنبھال سکیں تو سنبھال لیجئے۔!"

"میں آیا تو اچھی طرح سنبھال لونگا۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ ہاں ریکھا کمرے سے نکلی تھی یا نہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ کمرے ہی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔!"

"ہوٹل کے عملے کے علاوہ کسی اور کو بھی اُس کے کمرے میں جاتے دیکھا۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"خیر.... میں پہنچ رہا ہوں.... بے فکر رہو....!" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس طرح منہ چلانے لگا جیسے یہ حرکت کوئی مناسب سی تدبیر سجھادے گی۔!

"کیا قصہ ہے جناب....!" بلیک زیرو نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے دہرایا تھا قصہ.... اور بلیک زیرو پُر تشویش لہجے میں بولا تھا۔ "نیمو اتنا احمق نہیں معلوم ہوتا کہ خود سے چھیڑ چھاڑ کرے گا۔!"

"اگر اتنا احمق نہیں ہے تب بھی یہ معاملہ تشویش ناک ہے.... اگر میمی ہی اُس کی طرف متوجہ ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ لوگ نیمو کی حیثیت سے آگاہ ہو گئے ہیں....! دونوں ہی صورتیں خطرناک ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔!"

"مجھے جانا ہی پڑے گا۔!" عمران نے کہا اور اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ بڑے بالوں والی وگ لگائی تھی اور چہرے پر ڈھلکی ہوئی گھنی مونچھوں کا اضافہ کیا تھا۔ اس طرح رائج الوقت فیشن کے مطابق اصلی صورت کو پردہ نشین کر کے فلیٹیز کی طرف روانہ ہو گیا۔ صفدر کی کال ریسیو کرنے کے بعد فلیٹیز تک پہنچنے میں قریباً پون گھنٹہ لگ گیا تھا۔ لیکن وہ دونوں کہیں نہ دکھائی دیئے اسی تلاش کے دوران میں صفدر دکھائی دے گیا۔ عمران کو علم تھا کہ وہ کس قسم کے میک اپ میں ہے۔!

"کہاں ہیں دونوں....؟" عمران نے پوچھا۔ صفدر آواز سُن کر چونک پڑا تھا۔ آہستہ سے

بولا۔ "دونوں رقص کررہے تھے..... میں کیا بتاؤں..... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا..... آپ نے آنے میں دیر کردی.... کوئی پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے اچانک یہاں کی بجلی فیل ہوگئی۔ شائد تین منٹ تک اندھیرا رہا تھا۔ دوبارہ روشنی ہوئی تو دونوں غائب تھے۔ سارے میں تلاش کرلیا۔!

"اور ریکھا....!"

"میں نہیں جانتا.... نیمو کو میمی کے ساتھ دیکھ لینے کے بعد توجہ انہی کی طرف ہوگئی تھی.... اُس کے کمرے کی طرف نہیں گیا۔!"

"شائد تم سے زندگی کی پہلی حماقت سرزد ہوئی ہے۔!" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں صرف ریکھا پر نظر رکھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ نیمو کی ذمہ داری تم پر تو نہیں تھی۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ تم نے مجھے اس سچویشن سے آگاہ کردیا تھا۔!"

"واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔!"

"اب کڑی نظر رکھو ریکھا کے کمرے پر۔!"

فلیٹیز سے باہر آکر وہ ایک ڈرگ اسٹور میں پہنچا اور وہاں سے فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرکے بولا "تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔!"

"جی ہاں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ جو باہر کی ڈیوٹی پر نہیں ہیں....! انہیں فوری طور پر یہاں بھیج دو۔ آگاہ کردینا کہ اُن سے یہیں رابطہ قائم کرلیا جائے گا۔ سب کسی ایک جگہ اکٹھا نہ ہوں۔! الگ الگ رہ کر ایک دوسرے پر نظر رکھیں۔!"

"بہت بہتر جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ پھر فلیٹیز کی طرف پلٹا تھا۔

اُس کے ماتحتوں نے بھی وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ صفدر نے کہا۔ "آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں....؟"

"ریکھا کے کمرے پر ریڈ کروں گا۔!"

"کک.... کیوں....؟"

"نیمو اور میمی فاؤلر وہیں ہوں گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سردار کو علم نہیں ہوسکا کہ ریکھا کہاں ہے۔! آخر وہ اُس سے چھپتی پھر رہی تھی.... اُس کے پاس تو نہیں گئی۔!"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا "میرا خیال ہے کہ مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔ بہت چالاک عورت معلوم ہوتی ہے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اُسے اس طرح کیوں چھوڑا گیا ہے۔ محض ہمیں دکھانے کے لئے ادھر اُدھر بھٹکتی پھری تھی اور پھر یہاں کمرہ لے لیا تھا.... کمرے کے اندر بیٹھ کر فون پر سردار سے رابطہ قائم کرلینا کیا مشکل ہے۔!"

"خدا جانے....!" صفدر بیزاری سے بولا۔

پھر عمران کے ماتحت دو ٹکڑیوں میں تقسیم ہوکر راہداری کے دونوں سروں پر جم گئے تھے۔! عمران تنہا ریکھا کے کمرے کی طرف بڑھا.... دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔!

"کون ہے....؟" اندر سے نسوانی آواز آئی۔

"میدان صاف ہے....!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔!

دروازہ تھوڑا ہی سا کھلا تھا کہ عمران کسی ارنے بھینسے کی طرح جھپٹ پڑا.... دروازہ کھولنے والی دور جاگری تھی اور تین آدمی عمران کے پستول کی زد پر تھے۔!

"نہیں حضرات....!" اُس نے رسان سے کہا۔ "آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ اس پستول کی نال پر سائیلنسر چڑھا ہوا ہے۔ کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو.... آہا دو خواتین بھی ہیں.... بدتمیزی کی معافی چاہتا ہوں۔ معزز خواتین.... لیکن یہ آدمی جو بستر پر اوندھا پڑا ہوا ہے.... زندہ ہے یا مرچکا۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ریکھا فرش سے اٹھ چکی تھی اور میمی فاؤلر آنکھیں پھاڑے پستول کو گھورے جارہی تھی۔!

"اس کا مطلب....!" اُن تینوں مردوں میں سے ایک بولا.... ٹھیک اُسی وقت صفدر اور چوہان بھی کمرے میں داخل ہوئے۔!

"دروازہ بند کردو....!" عمران نے اُن کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"آخر تم ہو کون....!" اُسی آدمی نے اس بار کسی قدر غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ زندہ ہے یا مرگیا....!" عمران غرایا۔

"بیہوش ہے....! ہم نہیں جانتے کہ یہ کون ہے راہداری میں پڑا ملا تھا۔ ہم نے پولیس کو

فون کیا ہے۔!"

عمران نے میمی کی طرف دیکھ کر اُس آدمی کا جواب انگلش ہی میں دہراتے ہوئے سوال کیا "کیا یہ صحیح کہہ رہا ہے۔!"

"ہاں.... یہی بات ہے....!" وہ جلدی سے بولی۔

"کیا تم میں سے کوئی بھی اسے نہیں جانتا....!" عمران نے اُردو میں پوچھا۔

سب نے انکار میں سر ہلائے تھے پھر اُس نے انگلش میں میمی سے پوچھا "کیا تم اسے پہچانتی ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!" میمی نے کہا "پہچانتی ہوتی تو اسے اس کے ٹھکانے پر نہ پہنچا دیا جاتا۔ یہاں کیوں ڈال رکھتے۔!"

"اور تم لوگوں نے اس کے لئے پولیس کو فون کیا ہے۔!"

"ہاں.... ہاں.... ہاں....! کتنی بار بتایا جائے۔!" ایک آدمی جھلا کر بولا۔

"تب تو پھر تم سب میرے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو گے....!"

"کیا مطلب....؟"

"میمی فاؤلر آج کل شہر کی جانی پہچانی شخصیت ہے۔!" عمران نے انگلش میں کہا۔ "ریکریشن ہال کے درجنوں افراد اس بات کی شہادت دیں گے کہ بیہوش آدمی اُسی کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا اور یہ دونوں دیر تک وہاں رقص کرتے رہے تھے۔!"

میمی کا چہرہ زرد پڑ گیا....! اور سانس تیزی سے چلنے لگی۔ عمران کہتا رہا۔ "تم سب میرے ساتھ چلو گے.... عقبی دروازے سے.... اگر ڈائننگ ہال سے گذرے تو پرنس ہول کا ریپوٹیشن خطرے میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ مردوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔!"

"اے ہوشیار....!" دفعتاً ریکھا بولی۔ "یہ عمران کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"جنہیں تم نے اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھا۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ہوشیار بننے کا وقت گذر چکا....!"

انہیں بالآخر عمران ہی کی تجویز پر عمل کرنا پڑا تھا۔!

◆

دوسرے دن عمران سر سلطان کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "اندازے کے مطابق ریکھا کی اسکیم یہی تھی کہ مجھے اپنے کمرے میں بلائے اور وہاں پہلے۔ آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑیں۔ ابھی میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میمی نیمو سے جو اُس کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اُسے میرے آدمی کی حیثیت سے نہ تھی۔ صرف تبدیلی کی خاطر اُس نے اُس کا انتخاب کیا تھا۔ سردار کے دوستوں سے تنگ آ لیکن جب سردار کو اطلاع ملی کہ وہ کسی جانے پہچانے آدمی کے ساتھ باہر نہیں جا رہی تو اُن کا تعاقب کرایا۔ یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ انہوں نے بھی فلیٹیز ہی کا رخ کیا۔ جہاں۔ کمرے میں ریکھا مقیم تھی۔ سردار کو اطلاع ملی کہ دونوں فلیٹیز پہنچے ہیں تو اُس نے فون پر ر رابطہ قائم کر کے کہا کہ وہ میرے بیشتر آدمیوں کو دیکھ چکی ہے۔ ذرا فلیٹیز کے ریکریئشن ہا جا کر دیکھے کہ میمی کے ساتھ رقص کرنے والا میرا ہی کوئی آدمی تو نہیں ہے.... ریکریئشن ہال میں پہنچی تھی اور نیمو کو پہچان لینے کے بعد آپے میں نہیں رہی تھی۔ تین آ ہی سے اُس کے کمرے میں موجود تھے جنہیں میری آمد کا انتظار تھا بس وہ اُن کے پاس دو اور سردار کو متحیر کر دینے کے چکر میں پڑ گئی.... یعنی اُسے یہ اطلاع دیئے بغیر کہ نیمو میرا ہے پہلے اُسے قابو میں کر لینا چاہا.... اُن تینوں آدمیوں کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ کسی طر دونوں کو ریکریئشن ہال سے اُس کے کمرے میں پہنچا دیں۔ اُن بیچاروں کو یہی سوجھی کہ ہ اندھیرا کر کے نیمو کو بیہوش کریں اور اٹھا لے جائیں۔ بہر حال میں اُس کے کمرے تک ا قبل پہنچ گیا تھا کہ وہ سردار کو اپنی کارگذاری کی اطلاع دے دیتی۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں اتنی سے انہیں فلیٹیز سے نہ لا سکتا۔ سردار اُن کی مدد کے لئے کچھ اور آدمیوں کو بھیج دیتا اور وہا ہنگامہ برپا ہوتا۔!

"بات پھر بھی نہیں بنی....!" سر سلطان مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولے اور عمران سے انہیں دیکھنے لگا۔!

"اسی طرح چلے گا پتا بھی.... ورنہ میں حاضرات کا عامل تو ہوں نہیں کہ روحوں کو کر کے اُن سے اُس کا پتہ معلوم کر لوں گا۔!"

"یہ بے حد ضروری ہے عمران ورنہ تمہارے شعبے کی کارکردگی پر حرف آئے گا۔!"

"تین حرف تو پہلے ہی سے آئے ہوئے ہیں....! یعنی چ غ اور دال.... اچھا اب ا

ہیئے.... ابھی مجھے اُن سے باقاعدہ پوچھ گچھ کا وقت ہی کہاں ملا ہے۔!"

"ٹھہرو....!" سر سلطان سخت لہجے میں بولے۔

"جی ٹھہر گیا....!"

"میمی فاؤلر خاصی شہرت رکھتی ہے.... غیر ملکی ہے۔ اُس کی گمشدگی پولیس کو مزید دردِ سر مبتلا کرے گی۔!"

"وہ تو کر بھی چکی.... انور سردار نے اُس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی ہے.... نیمو کا بھی رپورٹ کی زینت ہے.... جس کے ساتھ وہ آخری بار دیکھی گئی تھی لیکن رپورٹ میں کا ذکر نہیں ہے کہ وہ بھی پرنس ہی کے ایک کمرے میں مقیم تھا۔!"

"ریکھا کا کوئی ذکر....!"

"جی نہیں.... ریکھا اور اُن تین آدمیوں کا کوئی ذکر نہیں۔!"

"معاملے کو الجھاتے ہی چلے جا رہے ہو۔!"

"مقدرات.... جناب عالی.... مجھے صرف ریکھا کی فکر تھی۔ میمی خواہ مخواہ آ پھنسی۔ میں نے میں چاہا تھا۔! لیکن میمی کے غائب ہو جانے پر سفارت خانے کے ردِ عمل پر ضرور نظر رکھئے گا۔!"

"سفارت خانے سے کیا مطلب....!"

"میرا خیال ہے کہ میمی کا تعلق بھی اُسی ملک سے ہے جس کا سفارت خانہ ہے۔!"

"نہیں.... میمی فرنچ ہے۔!"

"بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں۔!" عمران اُن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا.... اور طان گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔!

عمران سر کو خفیف سی جنبش دے کر بولا۔ "فرانسیسی اُس کی مادری زبان نہیں معلوم ... اسی بناء پر دور ہی سے اُس کی نگرانی کراتا رہا ہوں اب وہ خود ہی آ پھنسی تو کیا کروں۔!"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ عمران اٹھ گیا تھا۔ باہر نکلا تھا اور گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ ایک فائر ... اور وہ اچھل کر بائیں جانب جا پڑا.... پھر پے در پے کئی فائر ہوئے تھے.... اور تھوڑے صلے والے ایک درخت سے کسی کی لاش ٹپک پڑی تھی.... دفاتر کی کمپاؤنڈ میں ہلچل پڑ گئی۔!

عمران اٹھ کر کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ کچھ لوگ اُس کی طرف جھپٹے.... اور اُس کی خیریت ت کرنے لگے.... لیکن درخت سے ٹپکنے والی لاش کو دور ہی سے دیکھا جا رہا تھا۔ عمران نے

اپنی گاڑی کے مڈگارڈ میں ہو جانے والے سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔

درخت سے گرنے والی لاش کے قریب ہی ایک رائفل بھی پڑی نظر آئی ذرا ہی سی دیر میں عمران پھر سر سلطان کے کمرے میں بیٹھا ہکلا رہا تھا۔!

"یہ کیا ہوا....!" وہ آنکھیں نکال کر بولے۔

"مجھے تو نہیں معلوم....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "سوراخ گاڑی کی بجائے خود مجھ میں ہوا ہوتا تو پتہ بھی چلتا۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں.... اُس پر کس نے فائر کئے تھے۔ لاش چھلنی ہو گئی ہے۔!"

"کس پر....! میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں....؟"

"جو درخت پر تھا۔ اُس نے تم پر فائر کیا تھا.... لیکن اُس پر کس نے فائر کئے۔!"

"اپنے سیکیورٹی کے عملے سے پوچھئے.... یہ آپ کا دفتر ہے۔ یتیم خانہ تو ہے نہیں ایک مسلح آدمی اُس درخت پر کیسے پہنچا.... پھر وہ دوسرے مسلح آدمی کمپاؤنڈ میں کیسے داخل ہوئے جنہوں نے اُسے چھلنی کر دیا۔!"

سر سلطان خاموش ہو گئے۔

"زیادہ جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔!" عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "پولیس کے لئے اس سے زیادہ موزوں بیان اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ایک مسلح آدمی چوری چھپے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتا ہوا دیکھا گیا....! سیکیورٹی عملے کے للکارنے پر درخت پر جا چڑھا اور وہاں سے فائرنگ شروع کر دی۔ مجبوراً سیکیورٹی والوں کو بھی فائر کرنے پڑے۔ عملے کو سمجھا دیجئے کہ اس جھوٹ کے بغیر اُس کی افادیت خطرے میں پڑ جائے گی۔!"

سر سلطان نے عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عمران تڑسے بولا۔ "آپ مجھے کیوں گھور رہے ہیں۔ میں نے کیا کیا ہے....!"

انہوں نے فون پر کسی سے کہا تھا کہ سیکیورٹی چیف کو اُن کے کمرے میں بھیج دیا جائے اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔

"اگر تم الجھن میں ڈال کر فوراً ہی اُسے رفع بھی نہ کر دو تو تمہیں گولی مار دوں۔!" وہ بالآخر مسکرا کر بولے "تمہاری ہی طرح تمہارے ماتحت بھی خاصے پھرتیلے ہیں۔!"

"مجھے اُن پر فخر ہے جناب....!" عمران نتھنے پھلا کر بولا۔

"اور مجھے تم پر ہے....!"

"بس کسی طرح اُس شریف آدمی کا ہاتھ بہک گیا ورنہ فخر کرنے کی بجائے مجھ پر فاتحہ پڑھ رہے ہوتے۔!"

"اچھا تو بس اب تم جاؤ.... ورنہ پولیس کے چکر میں پڑو گے۔!" سر سلطان نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کہا سنا معاف کیجئے گا ہو سکتا ہے اگلی ملاقات بروز قیامت ہی ہو سکے۔!"

"سختی سے کہہ رہا ہوں کہ بہت محتاط رہنا۔!"

"میرے کانوں کو ہر بات نرم لگتی ہے.... خدا حافظ۔!"

"ٹھہرو.... میں بھی تمہاری گاڑی تک چل رہا ہوں.... ورنہ وہ لوگ تمہیں پھر گھیر لیں گے....!" سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔

◆

انور سردار پرنس ہوٹل کے منیجر کے کمرے میں داخل ہوا اور منیجر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میمی واپس آئی یا نہیں....!" اُس نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جناب....!" منیجر نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جہاں گئی ہے اپنی مرضی سے نہیں گئی۔!"

"لیکن جناب....! دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ وہ دونوں اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے تھے جیسے ایک دوسرے کے پرانے شناسا ہوں۔!"

"ہر چند کہ وہ آدمی ہوٹل ہی میں مقیم تھا لیکن تم لوگوں کے لئے تو اجنبی ہی تھا۔!"

"جی ہاں تھا تو، لیکن یہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوا تھا کہ ہم میں سے کوئی دخل اندازی کرتا۔!"

"وہ ہماری ذمہ داری تھی.... ہماری حکومت کو اُس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔!"

"مجھے احساس ہے جناب....!"

"پولیس کیا کر رہی ہے....؟"

"اُدھر سے یہی جواب مل رہا ہے کہ تلاش جاری ہے۔!"

"ذرا اپنی پرچیز آفیسر کو تو بلاؤ.... کیا نام ہے۔!"

"ریکھا جناب.... وہ تو پرسوں سے غائب ہے....!"

"کیا مطلب....؟"

"پرسوں سہ پہر کو دو گھنٹے کی چھٹی لے کر گئی تھی۔ لہٰذا کل صبح اُسے آنا چاہئے تھا.... یا نہ آنے کی صورت میں اطلاع دیتی۔!"

"عجیب بات ہے۔!" انور سردار پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا.... چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "ڈیوڈ کو میرے ریٹائرنگ روم میں بھیج دو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

انور سردار منیجر کے کمرے سے نکل کر اپنے ریٹائرنگ روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ قد آور اور اچھی صحت کا حامل تھا۔ عمر تیس اور پینتیس کے درمیان رہی ہو گی۔ جلد کی رنگت سرخ و سپید تھی۔ بال اخروٹ کی رنگت کے تھے اگر آنکھیں بھی کرنجی ہوتیں تو کوئی سفید فام غیر ملکی معلوم ہوتا۔! ریٹائرنگ روم میں داخل ہو کر ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر ہولے ہولے دستک دی تھی۔!

"آجاؤ....!" سردار نے اونچی آواز میں کہا اور پھر اندر داخل ہونے والے کو خوں خوار نظروں سے دیکھتا رہا۔!

"یس باس....!" آنے والا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہارے ناکارہ پن سے میں تنگ آ گیا ہوں۔!"

"میں کیا کر سکتا ہوں باس.... آپ کے احکامات دوسروں تک پہنچا دیتا ہوں اور وہ اُسی کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں۔!"

"لیکن بدلے ہوئے حالات میں اپنی عقل نہیں استعمال کرتے.... گدھے ہو جاتے ہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا.... اگر میمی شام تک یہاں نہ پہنچی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

دفعتاً پھر کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اُسے بھی اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ آنے والا کسی قدر بدحواس سا نظر آ رہا تھا۔

"کیا خبر لائے ہو....!" سردار اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"خیرو.... مار ڈالا گیا جناب....!"

”کیا بک رہا ہے۔!“

”یقین کیجئے جناب.... دفتر خارجہ کی کمپاؤنڈ میں اُس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ وہاں اُس نے ایک درخت پر سے کسی پر فائر کیا تھا۔ وہ تو بچ گیا لیکن خیرو کا جسم چھلنی ہو گیا۔!“

”کیا اُسی نے جوابی حملہ کیا تھا جس پر فائر کیا گیا تھا۔!“

”نہیں جناب....! اُس پر مختلف سمتوں سے بیک وقت کئی فائر ہوئے تھے۔! لیکن فائر کرنے والوں کا سراغ نہیں مل سکا.... ویسے پولیس کو یہ بیان دیا گیا ہے کہ اُس پر سیکیورٹی کے آدمیوں نے گولیاں برسائی تھیں۔ اُسے مشتبہ سمجھ کر سیکیورٹی والوں نے للکارا لیکن وہ ایک درخت پر چڑھ کر فائرنگ کرنے لگا۔!“

”سنا تم نے!“ سردار ڈیوڈ کی طرف دیکھ کر غرایا۔ ”کیا اس کام کے لئے خیرو ہی رہ گیا تھا۔!“

”وہ خود ہی آگے آیا تھا باس....!“

”اتنی آسانی سے جان نہیں چھوٹے گی تمہاری۔!“ سردار اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”میں بالکل بے قصور ہوں باس....!“

”اس مرنے والے کو خیرو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ خیرو کے توسط سے پولیس سیدھی یہیں پہنچے گی۔ خیرو ہمارے خاندان کا پشتینی غلام تھا۔!“

”ارے باس....! پولیس آپ کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔!“

”بکواس مت کر.... میں خواہ مخواہ دردِ سر مول لینے کا قائل نہیں ہوں۔!“

”میں جھوٹ نہیں بول رہا باس....! کئی شہادتیں پیش کر سکتا ہوں کہ وہ خود ہی سر ہوا تھا اس کام کے لئے۔!“

”کچھ بھی ہوا ہو.... لیکن میمی اگر شام تک نہ ملی تو دیکھنا اپنا حشر.... ہاں اُن دونوں کی نگرانی پر کسے لگایا تھا۔!“

”آرتھر کو جنابِ عالی۔!“

”اُسے بلاؤ۔!“

”بہت بہتر باس....!“ ڈیوڈ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ سردار بعد میں آنے والے کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ ”تم جا سکتے ہو۔!“

پھر وہ کمرے میں تنہا رہ گیا تھا۔ رہ رہ کر دانت پیستا اور دروازے کو گھورنے لگتا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈیوڈ ایک دبلے پتلے آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

”یہ اُنکی نگرانی کر رہا تھا۔!“ سردار نے حقارت آمیز لہجے میں سوال کیا اور آرتھر اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ ڈیوڈ نے سردار کے سوال کا جواب اثبات میں دیا تھا۔

”تو وہاں کتنی دیر ٹھہرا تھا۔!“ سردار نے براہِ راست آرتھر سے سوال کیا۔

”یہ تو یاد نہیں جنابِ عالی.... لیکن ڈیوڈ کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ فلیٹیز پہنچے ہیں اور ریکریئشن ہال میں ٹوئیسٹ کر رہے ہیں۔!“

”پھر تم نے کیا کیا تھا....!“ سردار ڈیوڈ کی طرف مڑا۔

”میں نے آپ کو مطلع کر دیا تھا۔!“

”پھر میں نے کیا کہا تھا۔!“

”آپ نے کہا تھا کہ میں روم نمبر ایک سو بارہ میں ریکھا سے فون پر رابطہ قائم کر کے میمی کے ساتھی سے متعلق گفتگو کروں۔!“

”کیا گفتگو کی تھی۔!“

”یہی کہ وہ اپنے بیان کے مطابق عمران کے کئی ساتھیوں کی شناخت کر سکتی ہے۔ ریکریئشن ہال تک جا کر دیکھے کہ میمی کا پارٹنر عمران ہی کا کوئی آدمی تو نہیں۔!“

”ٹھیک ہے....!“ سردار طویل سانس لے کر بولا۔ ”تو اس احمق عورت نے اُسے دیکھا ہو گا۔ پہچانا بھی ہو گا۔ لیکن تمہیں اطلاع دے کر مزید ہدایات حاصل کرنے کی بجائے خود ہی کچھ کر ڈالنے کی کوشش کی ہو گی۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے باس....!“

”میمی فاؤلر....!“ انور سردار بائیں ہتھیلی پر دایاں گھونسہ رسید کر کے بولا ”شام تک اُس کی واپسی ضروری ہے۔!“

”میں کوشش کروں گا باس....!“

”تمہاری زندگی کا انحصار اسی پر ہو گا۔!“ سردار غرایا۔ ”دفع ہو جاؤ۔! تو ٹھہرے گا آرتھر۔!“

آرتھر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ڈیوڈ کے چلے جانے کے بعد سردار اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تیرا کام اطلاع دینے کے بعد ختم تو نہیں ہو گیا تھا۔!“

”مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی باس....!“

"اطلاع دینے کے بعد کتنی دیر وہاں ٹھہرا تھا۔!"

"میرا وہاں سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آدھے گھنٹے تک وہیں رہا تھا لیکن پھر اچانک وہاں کی بجلی فیل ہو گئی.... اور میں نے سوچا کہ میرا کام تو ختم ہو گیا ہے پھر میں اندھیرے میں وہاں ٹھہر کر کیا کروں۔!"

"تو دوبارہ روشنی ہونے سے پہلے ہی وہاں سے چل دیا تھا۔!"

"ہاں.... باس.... ڈیوڈ نے مجھ سے صرف اتنا ہی تو کہا تھا کہ مجھے اس پر نظر رکھنی ہے کہ وہ دونوں کہاں جاتے ہیں اور ڈیوڈ کو مطلع کر دینا۔!"

انور سردار نے بیزاری سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔!

◆

میمی فاؤلر نشیلی آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہی تھی اور اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔!

"اس کی نہیں ہوتی....!" عمران فرانسیسی میں بولا.... اور میمی چونک کر سنجیدہ ہو گئی۔

"تت تم میری زبان بول سکتے ہو۔!" اُس نے حیرت سے کہا۔

"تمہاری ہوتی تو ہرگز نہ بول سکتا۔!"

"کیا مطلب؟"

"فرانسیسی تمہاری مادری زبان نہیں ہے۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ تم کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ تمہارا اصل نام تانیا نشکووا ہے۔!"

"اس سے بڑا جھوٹ میں نے آج تک نہیں سُنا....!" وہ ہنس کر بولی۔ لیکن عمران اُس سے متاثر ہوئے بغیر کہتا رہا۔ "تم تین سال تک اپنے ملک کے اسپائی ٹریننگ سینٹر سے بھی وابستہ رہی ہو۔ تم نے ہر قسم کے قفل کھول لینے کی تربیت وہاں حاصل کی تھی۔!"

"اچھا تو پھر....!" دفعتاً وہ جارحانہ انداز میں بولی۔

"یہی نہیں.... بلکہ ہلدا کارلوس بھی اُسی ٹریننگ سینٹر کی تربیت یافتہ ہے۔!"

"میں تمہاری کسی بات کی نہ تائید کر رہی ہوں اور نہ تردید.... صرف سن رہی ہوں.... اور تمہارا چہرہ دیکھ رہی ہوں.... ایسا چہرہ آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔!"

"واقعی....!" عمران نے نروس ہو جانے کی ایکٹنگ کی۔

"بچوں کا سا چہرہ.... آنکھوں میں بلا کی معصومیت....!"

"بس کرو.... ورنہ میں بیہوش ہو جاؤں گا۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ویسے بہتر یہی ہو گا کہ تم میرے حُسن کی تعریف کرنے کی بجائے میری زبان سے اپنے بارے میں سب کچھ سُنو....! تم ہلدا کارلوس کی ہموطن ہو۔!"

"میں کسی ہلدا کارلوس کو نہیں جانتی۔!" وہ تھرکتی ہوئی بولی۔!

"فی الحال تسلیم کئے لیتا ہوں کیونکہ مجھے تم کو تمہاری پوری ہسٹری سنانی ہے۔! تم تانیا نشکووا ہو.... اپنے ملک کی غدار بھی ہو....! پچھلے سال تم مغربی یورپ کے ایک ملک میں اپنی حکومت کی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے مقیم تھیں تم نے وہاں کے وزیر دفاع پر ڈورے ڈالے۔ مقصد یہ تھا کہ اپنی حکومت کے لئے اُس ملک کے فوجی راز حاصل کرو۔ لیکن وہ ڈبل کراس تھا۔ میرے پاس تمہارے خلاف دستاویزی ثبوت موجود ہے۔ لیکن تمہاری حکومت کو آج تک اس ڈبل کراس کا علم نہیں ہو سکا۔" تھرکتے تھرکتے وہ ساکت ہو گئی اور عمران مسکرا کر بولا۔ "جس دن سے تم نے میرے ملک میں قدم رکھا تھا میری آنکھیں تمہاری ہی طرف لگی ہوئی تھیں۔ لیکن میں تمہیں چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ہلدا کارلوس کی تلاش تھی مجھے۔ اگر وہ ہاتھ لگ جاتی تو میں تمہارا ذکر بھی نہ آنے دیتا کہیں۔ ہر چند کہ یہ کارنامہ اُس نے تمہاری ہی مدد سے سرانجام دیا تھا۔ بہر حال یہ محض اتفاق تھا کہ تم میرے اُسی آدمی سے مل بیٹھیں جو تمہاری نگرانی کر رہا تھا اور اس نگرانی کا مقصد بھی صرف اسی حد تک تھا کہ شائد تمہارے توسط سے ہلدا کارلوس ہاتھ آجائے۔ یقین کرو مجھے مجبوراً تمہیں گرفتار کرنا پڑا ہے۔ اگر تم اُس وقت ریکھا کے کمرے میں موجود نہ ہوتیں تو میں تمہیں ہاتھ بھی نہ لگاتا۔!"

وہ بے حس و حرکت کھڑی پلکیں جھپکائے بغیر عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ عمران چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "اگر تمہاری حکومت کو علم ہو جائے کہ تم نے ریڈ لسٹ والے معاملے میں اپنی حکومت کو ڈبل کراس کیا تھا تو تمہارا کیا حشر ہو۔ تم نے اپنے چیف کو جو اطلاعات فراہم کی تھیں وہ سرے سے غلط تھیں.... صحیح اطلاعات تم نے مخالف کیمپ کے ذمہ داروں کے ہاتھ

فروخت کردی تھیں۔ کہو تو سوئٹزرلینڈ کے اُس بینک کا نام بھی بتادوں جہاں اس غداری کے عیوض ملنے والے دس لاکھ ڈالر جمع ہیں۔!“

وہ عمران کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی قریبی کرسی پر بیٹھ گئی اُس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔!

عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”جب میں اتنے دور کے معاملات میں اس حد تک باخبر ہوں تو اپنے ہی گھر میں ہونے والے واقعات سے کیسے بے خبر رہ سکتا ہوں۔!“

”میں نے سب کچھ سن لیا۔!“ دفعتاً وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

”شکریہ....!“ عمران کا لہجہ بے حد شریفانہ تھا۔

”تم کیا چاہتے ہو....! لیکن ٹھہرو.... کیا عمران تم ہی ہو۔!“

”ہاں میرا یہی نام ہے۔!“

وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”اب بتاؤ.... تم کیا چاہتے ہو۔!“

”ہلدا کارلوس کا پتہ....!“

”میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے.... لیکن جس آدمی کے سپرد کی گئی تھی اُس کی صورت آشنا ہوں.... نام بھی جانتی ہوں لیکن یہ نہ بتاسکوں گی کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔!“

”کیا نام ہے....!“

”طاہر...!“ میمی نے کہا اور اُس کا حلیہ بیان کرنے لگی.... عمران کی پنسل تیزی سے نوٹ بک کے صفحے پر چل رہی تھی۔ اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ ”لیکن اچانک اُسے چھپا کیوں دیا گیا۔!“

”انور سردار کو جب یہ معلوم ہوا کہ تم اُس کا تعاقب کرتے رہے ہو تو اُس نے یہ احتیاطی قدم اٹھایا تھا۔!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو کچھ اُس نے حاصل کیا ہے اُس کے لئے صرف اُسی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کسی دوسرے پر نہیں اور وہی اُسے ملک سے باہر لے جائے گی۔!“

”تم بالکل درست سمجھے ہو۔! اُن کاغذات کو جہاں بھی پہنچنا ہے ہلدا ہی کے ہاتھوں پہنچنا ہے کسی اور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔!“

”اور اب وہ کہیں چھپی بیٹھی کسی مناسب موقعے کا انتظار کررہی ہے۔!“

”ہاں یہی بات ہے۔!“

”تم لوگوں کے درمیان انور سردار کی کیا حیثیت ہے۔!“

”اب.... میری باری ہے....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”اُس وقت تک کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی جب تک مجھے اپنے چند سوالات کے جواب نہیں مل جائیں گے۔!“

”چلو یہی سہی....! اب تو ہماری دوستی کی بنیاد پڑ ہی چکی ہے۔!“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”پہلا سوال تو یہی کہ تم مجھ سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو۔!“

”اس سوال کا جواب بعد میں دوں گا.... دوسرا سوال....؟“

”یہی بنیادی سوال ہے....! اس لئے اس کا جواب پہلے چاہتی ہوں۔!“

”تم یہاں مشرق وسطیٰ کے ایک ملک سے آئی ہو۔!“

”خدا کی پناہ.... آخر تم میرے بارے میں کتنے باخبر ہو۔!“

”اسی قدر کہ جب تم صرف تین سال کی تھیں تو تمہارے باپ نے خودکشی کرلی تھی۔!“

میمی نے پلکیں جھپکانا چھوڑ دیا ایک ٹک عمران کو دیکھے جارہی تھی۔!

”ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”مشرق وسطیٰ کے جس ملک سے آئی ہو.... وہیں تمہیں پھر واپس جانا ہے میں بھی وہاں کے ایک معاملے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ لیکن فی الحال وہاں میرا کوئی آدمی موجود نہیں لہٰذا معاملے کی بات تم سے کرنا چاہتا ہوں۔!“

”لیکن میں تو تمہاری قیدی ہوں۔!“

”قید سے فرار تو ہوسکتی ہو اور اپنے چیف کو بتاسکتی ہو کہ فرار کے بعد تم نے انور سردار سے ملنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ وہ بھی خطرے میں تھا۔!“

”اور اگر میں تمہارا کام کرنے سے انکار کردوں تو۔!“

”تم یہاں قید رہو گی اور وہاں تمہاری ماں کو گولی ماردی جائے گی۔!“

”کیا مطلب....!“ میمی اچھل پڑی۔

”جو دولت تم نے ڈبل کراسنگ کے عوض حاصل کی ہے اور اُسے دنیا کے مختلف بینکوں میں محفوظ کرایا ہے اُس کا وارث وہاں کے کاغذات میں اپنی ماں کو قرار دیا ہے.... اُن کاغذات پر تمہاری ماں کے دستخط بھی موجود ہیں۔!“

میمی کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر ہانپنے لگی....! پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی ”انور سردار نے یہی بتایا تھا کہ تم اعلیٰ درجے کے بلیک میلر ہو۔!“

"ذرہ نوازی ہے۔!" عمران منکسرانہ انداز میں بولا۔

"اچھا....! اگر میں تمہارا کام کرنے پر رضامند ہو جاؤں تو۔!"

"ہلدا کارلوس کے ملتے ہی تمہارے فرار کا انتظام کر دیا جائے گا۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ تمہارے چیف کو تمہارے بیان پر ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہوگا۔!"

"مجھے اس مسئلے پر مزید غور کرنے کا موقع دو.... اور ہلدا کو تلاش کرتے رہو....!"

"چلو منظور ہے.... لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو.... حقیقتاً یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گی۔ یہاں سے فرار کی کوشش کرنے والے لازمی طور پر مر جاتے ہیں اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔!"

میمی کچھ نہ بولی.... اُس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

◆

بلیک زیرو نے متحیرانہ انداز میں عمران کی روداد سنی تھی اور عمران بولا تھا "سمعی علامات (IDENTITY CAST) شناخت کے ماہر نے جو خاکہ طاہر کے حلئے کا تیار کیا ہے اس کے فوٹو پرنٹ جلد ہی تمہیں مل جائیں گے اس شخص کو تلاش کرو۔!"

"بہت بہتر.... لیکن کیا آپ سچ مچ میمی سے کوئی کام لیں گے۔!"

"اب تم بھی سوال کرو گے....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"معافی چاہتا ہوں....!" بلیک زیرو جلدی سے بولا۔

عمران نے فون پر پرنس کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "سردار صاحب سے ملاؤ۔!"

"کون صاحب ہیں۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سیٹھ فجا بھائی۔!"

"وہ دفتر میں تشریف نہیں رکھتے۔!"

"تشرپھ نہیں چاہئے بھائی.... اُن سے ملنے کا ہے۔!"

"مطلب یہ کہ وہ دفتر میں نہیں ہیں۔!"

"کدھر ہوئیں گا۔!"

"پتا نہیں....!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔!

"آپ پھر کہیں گے کہ سوال کر رہا ہوں۔!" بلیک زیرو مسکرا کر بولا۔

اب عمران سردار کی قیام گاہ کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ وہاں سے سردار ہی کی آواز آئی تھی۔!

"غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ کون بول رہا ہے۔!"

"میں تم سے سمجھ لوں گا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اگر اسی دوران میں خودکشی پر نہ مجبور ہو گئے تو ضرور سمجھ لو گے۔ ویسے یہ بتاؤ کہ تم اتنے بے غیرت کیوں ہو۔!"

"شٹ اپ....!" انور سردار کی دھاڑ سنائی دی۔

"بولو.... معاملہ کرتے ہو....!"

"کیا معاملہ....!"

"تین لاکھ پر بات ختم ہو سکتی ہے۔!" عمران نے کہا "تمہارے نزدیک میں ایک اعلیٰ درجے کا بلیک میلر ہوں.... اور یہ بھی سن لو کہ اتنا منظّم ہوں کہ میری یہ کال تم ایکسچینج کے ذریعے ٹریس نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا اس آدمی کو روک دو جسے تم نے دوسرے انسٹرومنٹ پر بھیجا ہے۔!"

"میں نے کسی کو نہیں بھیجا.... اور تمہاری بکواس بھی نہیں سننا چاہتا سمجھے۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران نے بھی ریسیور رکھ دیا اور بلیک زیرو کی طرف مڑ کر بولا۔ "طاہر اُس کے ایسے دوستوں میں سے ہے جو اُس کے ساتھ بہت زیادہ نہیں دیکھے جاتے۔ میمی اتفاقاً اُس کے نام سے آگاہ ہو گئی تھی اور اُس کا خیال ہے کہ انور سردار کو اس کا علم نہیں کہ میمی ہلدا کے غائب ہو جانے کے بارے میں کچھ جانتی ہے۔!"

"اُسے ڈھونڈھ نکالنا مشکل نہ ہوگا۔!" بلیک زیرو نے کہا۔ "انور سردار کے آس پاس والوں میں سے کوئی نہ کوئی طاہر کو ضرور پہچانتا ہوگا۔!"

"لیکن یہ کام بہت احتیاط سے ہونا چاہئے۔!"

"آپ مطمئن رہئے۔!"

"ریکھا کے حواس درست ہوئے یا ابھی نہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ آہستہ آہستہ دیوانگی کا ڈھونگ رچانے کی کوشش کر رہی ہے.... آپ

خود دیکھ لیجئے اور وہ تینوں صرف فیلڈ ورکرز ہیں۔ معاملات کی نوعیت کا علم نہیں رکھتے۔!"

"نہیں فی الحال بند رکھنا ہے! پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا میں ریکھا کو دیکھتا ہوں۔!"

"اُس سے مل کر آپ خوش ہو جائیں گے۔!" بلیک زیرو نے کہا اور عمران چلتے چلتے رک کر اُس کی طرف مڑا۔

"صرف آپ کا نام ہے اُس کی زبان پر....!"

"ساتھ ہی دانت تو نہیں پیستی....!" عمران نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔!

ریکھا اور اُس کے تینوں ساتھی رانا پیلس میں رکھے گئے تھے اور میمی فاؤلر سائیکو مینشن میں تھی۔! عمران ریکھا والے کمرے کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا۔ بستر پر اوندھی پڑی نظر آئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر نہ تو چونکی تھی اور نہ اٹھ کر بیٹھی تھی.... نیم وا آنکھوں سے عمران کو دیکھتی اور مسکراتی رہی.... حتیٰ کہ عمران سچ مچ گڑبڑا کر رہ گیا۔!

"آؤ ظالم....!" وہ بالآخر بڑے رومانی لہجے میں بولی۔ "سچ کہتی ہوں... نرے بیوقوف ہو۔!"

"اتنے خلوص سے آج تک کسی نے بھی بیوقوف نہیں کہا۔!"

"میں ضرور کہوں گی....! کسی بات کو سمجھنے تک کی صلاحیت ہے نہیں تم میں۔!"

"اتنی سچی تنقید بھی پہلی بار سُن رہا ہوں۔!"

"میں جانتی تھی کہ تم میری طرف سے مشکوک ہو گئے ہو۔! اور کیوں نہ ہو جاتے کیونکہ یہ حقیقت بھی تھی میں نے یہی چاہا تھا کہ تم باس کے ہاتھ لگ جاؤ۔!"

"واقعی....!" عمران حیرت سے بولا۔

"محض اپنی جان چھڑانے کے لئے کیونکہ میں ہلدا کارلوس کی نشان دہی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن جب میمی فلیٹیز میں تمہارے آدمی کے ساتھ نظر آئی تو میں نے باس کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔ بلکہ انہی تینوں آدمیوں کی مدد سے اُن پر قابو پانے کی کوشش کی اور قابو پانے کے بعد بھی باس کو مطلع نہیں کیا۔ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ اس مرحلے پر تمہارے آدمی ضرور ریڈ کریں گے اور ہم سب پکڑ لئے جائیں گے۔!"

"یعنی تم خود چاہتی تھیں کہ تمہیں دوبارہ پکڑ لیا جائے۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"مگر کیوں....؟"

"میمی فاؤلر جو ہاتھ لگ گئی تھی اُس کے اور باس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں بتا سکے گا کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے....؟"

دفعتاً عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔!

"کیوں کیا ہوا....؟" ریکھا بوکھلا کر اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہ پوچھو...!" عمران کراہا۔ "تقدیر پھوٹ گئی۔!"

"کیا کہہ رہے ہو.... میں کچھ نہیں سمجھی۔!"

"ارے وہ تو راستے ہی میں فرار ہو گئی تھی دوسری گاڑی میں تھی میرے آدمیوں کو جل دے کر نکل گئی۔!"

"کچھ بھی نہ ہوا....!" ریکھا چیخ کر بولی۔

"کیا نہ ہوا....!"

"خاموش رہو.... اب تمہارے فرشتے بھی نہ معلوم کر سکیں گے کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے....! تم نے جس آدمی سے ٹکر لی ہے وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔!"

"تم نے فلیٹیز ہی میں یہ بات کیوں نہیں بتائی تھی۔!"

"تم عقل سے کورے ہی لگتے ہو! وہاں میں اُن کے سامنے وہ سب کچھ کیسے بتاتی اور پھر تم وہاں تھے کب.... تمہارے آدمیوں کو ایک بڑے بالوں والا سانڈ لیڈ کر رہا تھا۔ اُس نے پستول تان رکھا تھا ہم پر۔!"

"باس جس انداز سے تمہارا ذکر کرتا ہے اُس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ بہت بھیانک آدمی ہو گے.... لیکن تمہارا ٹائپ تو وہ ہے جس پر میری جان جاتی ہے۔!"

"یعنی کہ.... یعنی کہ....!"

"ہائے یہی ادا تو جان لیوا ہے....!" ریکھا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

عمران کے کان کی لویں سرخ ہو گئیں اُس نے اس طرح شرما کر سر جھکایا تھا جیسے کوئی پردہ نشین کنواری شرمائی ہو۔!

"ارے تو تم مجھے زندہ بھی رہنے دو گے یا نہیں.... ہائے ہائے....!" وہ بستر سے اُتر کر عمران پر جھپٹ پڑی۔

وہ ارے ارے کرتا ہوا دیوار سے جا لگا... اور وہ اُس سے دو فٹ کے فاصلے پر رک کر

بولی۔ ”اب میری واپسی کا کوئی سوال ہی نہیں.... ساری زندگی تمہارے ہی ساتھ گذرے گی اسی چھت کے نیچے.... اگر انور سردار کی رسائی یہاں تک نہ ہو گئی۔!“

”مجھے اُس کے دوستوں کے بارے میں بتاؤ.... جتنے نام بھی تمہیں یاد ہوں۔!“ عمران نے پر سکون آواز میں کہا۔

”اس سے کیا فائدہ ہو گا....؟“

”تم اس کی فکر مت کرو.... نام بتاؤ.... اور جن کے پتے یاد ہوں۔!“

”صرف نام ہی بتا سکوں گی.... پتوں سے مجھے کیا سروکار۔!“

”چلو یہی سہی.... بیٹھ جاؤ....!“ عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا اور خود کرسی کی جانب بڑھا۔!

ریکھا نے کچھ نام گنوائے تھے.... لیکن اُن میں طاہر نہیں تھا....! عمران نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔ ”مجھے دراصل اُس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں جس کی ٹھوڑی پر بڑا سا ابھرا ہوا سیاہ تل ہے....!“

”ٹھہرو.... مجھے سوچنے دو.... ہاں دیکھا ہے میں نے۔“ ریکھا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”بڑا خوبصورت آدمی ہے.... لیکن ایک غیر شعوری حرکت اُس کے سارے حسن کا کباڑا کر کے رکھ دیتی ہے.... تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس طرح نتھنے پھڑکانے لگتا ہے جیسے ناک اندر سے خشک ہوئی جا رہی ہو۔ اس حرکت کا اثر ہونٹوں پر بھی پڑتا ہے.... لیکن مائی ڈیئر.... اُس کا نام نہیں جانتی۔ لیکن ٹھہرو.... ایک بات یاد آ رہی ہے.... کبھی کبھی میں نے اُسے ایک ایسی وین سے اترتے دیکھا ہے جس پر لارسن گوہن لمیٹڈ لکھا ہوا ہے۔!“

عمران کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑے رہ گئے۔!

”کیوں....؟ کچھ بنی بات....!“

”ہو سکتا ہے.... دیکھیں گے۔!“

”اُس کی کیا اہمیت ہے۔!“

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔!“

”دیکھو ڈیئر....! تم بہت بُرے چکر میں پڑ گئے ہو.... انور سردار کو بلیک میل نہیں کر سکو گے۔ میں نہیں جانتی کہ ہلدا کارلوس کا کیا معاملہ ہے.... لیکن تم جانتے ہو کہ انوؔر سردار کیا چیز ہے۔ غالباً سمجھ گئے ہو گے۔!“

”میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے کہ میں انور سردار کو بلیک میل کرنیکی کوشش کر رہا ہوں۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”میں قانون کے محافظوں کے ساتھ ہوں اور اس بار انور سردار کو دفن کر دوں گا۔!“

”وہ تو کہتا ہے کہ تم بلیک میلر ہو....! اپنے باپ کے عہدے سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔!“

”تمہیں اور تمہارے تینوں آدمیوں کو مس نوشاد سمیت سرکاری گواہ بننا پڑے گا۔!“

”اور اُس کے بعد ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے۔ مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تم اب تک زندہ کیسے ہو۔!“

”اللہ کی مرضی....! ویسے تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!“

”قطعی نہیں.... نہایت شاندار ناشتہ تھا۔!“

”معمولی حوالات میں تمہاری زندگیوں کی ضمانت ہرگز نہ دی جا سکتی اسلئے یہاں رکھا گیا ہے۔!“

”انور سردار کو کس سلسلے میں گھیر رہے ہو۔!“

”وطن دشمن سرگرمیوں کے سلسلے میں۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”غیر ملکی جاسوسوں کی مدد کرتا ہے.... اور اُن سے بھاری رقومات حاصل کرتا ہے۔ ہلدا کارلوس اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی.... میں تو اُسے صرف ایک ایسا آدمی سمجھتی تھی جو ضرورت مندوں سے بڑی رقومات حاصل کر کے انہیں اپنے اثر و رسوخ کا فائدہ پہنچاتا ہے۔!“

”بیہودگی انتہا کو پہنچ کر ذلالت بن جاتی ہے۔!“

”اگر تم اُس کے خلاف ایسا کوئی ثبوت رکھتے ہو تو اپنے خاندان سمیت بہت بڑے خطرے سے دوچار ہو....!“ ریکھا نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں۔!“

”تم جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو اُس سے تمہیں کیا حاصل ہو گا۔!“

”یہ اطمینان کہ میں نے ایک غلط کام نہیں ہونے دیا۔ ملک کی ساکھ کو نقصان نہیں پہنچنے دیا۔“

”تو وہ غیر ملکی ایجنٹ بن گیا ہے۔!“ ریکھا طویل سانس لے کر بولی۔ ”میں بہت بُری ہوں۔

اُس کی غیر قانونی سرگرمیوں میں اس کا ہاتھ بٹاتی رہی ہوں۔ لیکن دیدہ دانستہ اس حد تک جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی.... اچھا ڈیئر عمران یہ تو بتاؤ کہ آخر اسے کس چیز کی کمی ہے.... دولت میں تو پہلے ہی سے کھیل رہا تھا۔!“

”اس کھیل میں پڑ جانے کے بعد آنکھیں کھلی رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عام طور پر وہی شاخ کلہاڑی کا نشانہ بنتی ہے جس پر خود بھی بیٹھے ہوتے ہوں۔!“

”اچھا دوست!“ وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی ”اب چاہے گردن بھی کٹ جائے مجھے اپنے ساتھ ہی پاؤ گے۔ لہٰذا انتہائی بُری ہونیکے باوجود بھی غدار وطن کہلانا پسند نہیں کرونگی۔!“

دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملائے تھے اور ریکھا بولی تھی۔ ”کچھ دیر پہلے میں نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ محض بات بنائی تھی دراصل ہوٹل سے انور کو فون نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اُن تینوں میں سے کسی کو باہر بھیج کر کہیں اور سے فون کرانے کی سوچ ہی رہی تھی کہ تمہارے آدمیوں نے ریڈ کر دیا۔!“

”میں نے یقین کب کیا تھا۔!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”ویسے تم نے اُسی گاڑی کی نشاندہی کر کے خاصی مدد کی ہے میری۔!“

”تب تو وہ شخص.... کیا نام لیا تھا تم نے۔!“

”اُس کے سلسلے میں میں نے کوئی نام نہیں لیا تھا۔ بس حلیہ بتایا تھا کسی کا اور تم نے گاڑی کی نشان دہی کر دی تھی.... نام نہ تم جانتی ہو اور نہ میں.... خیر اب آرام کرو۔!“

”بہت بُرا ہوا کہ میمی فرار ہو گئی.... وہ ضرور جانتی ہو گی کہ ہلدا کہاں ہے۔!“

”فکر نہ کرو.... دیکھا جائے گا۔!“

◆

اُسی شام کو عمران نے صدیقی کی کال ریسیور کی....! وہ کہہ رہا تھا۔

”اُس حلئے کا آدمی مل گیا ہے.... لارسن گوہن لمیٹڈ میں ایک سیکشن کا انچارج ہے.... طاہر نام ہے۔ عظیم آباد کی کوٹھی نمبر تین سو گیارہ میں رہتا ہے۔!“

”ٹھیک ہے.... اُس پر نظر رکھو....! فی الحال چھیڑ چھاڑ کی ضرورت نہیں ہے۔!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور آہستہ آہستہ بایاں گال کھجانے لگا۔ آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

”کیا ہوا جناب....؟“ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

”گاڑی کی نشان دہی کار آمد ثابت ہوئی۔ طاہر کا سراغ مل گیا۔ وہ لارسن گوہن کمپنی میں کسی سیکشن کا انچارج ہے۔!“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ ریکھا کو آپ نے توڑ لیا ہے۔!“

”حالات کے ساتھ پلٹا کھاتی رہتی ہے مجھے اب بھی یقین نہیں ہے کہ وہ پوری طرح ہمارے ساتھ ہے۔!“

”اگر میمی کا بیان سچ ہے تو پھر ہم اہم ترین آدمی تک پہنچ گئے ہیں۔!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی تھی ”میں تو حیرت زدہ رہ گیا ہوں۔!“

”کیا دم نکل آئی ہے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”میمی یہاں پرنس میں اپنا شو کر رہی ہے.... میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔!“

”گھاس تو نہیں کھا گئے۔!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”میں نے تم سے کب کہا تھا کہ میمی فرار ہو گئی ہے۔!“

”جی نہیں.... آپ نے تو نہیں کہا تھا۔!“

”اچھا تو پھر....!“

”کسی نے بھی مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی۔!“

”تو پھر کیوں بکواس کر رہے ہو۔!“

”ارے جناب....! آپ خود آکر دیکھ لیجئے۔! باقاعدہ طور پر اُس کے نام کا اعلان ہوا ہے۔ اسٹیج پر رقص کر رہی ہے اپنے مقبول ترین گانے کے ساتھ.... آپ کو فون کرنے کے لئے اپنی میز سے اٹھ آیا تھا اب پھر واپس جا رہا ہوں۔!“

”میمی....! ہیڈ کوارٹر میں بدستور موجود ہے۔!“ عمران نے کہا۔

”تب پھر وہ کوئی نقلی میمی ہو گی جو ہیڈ کوارٹر میں بدستور موجود ہے! یہاں وہ رقص کر رہی ہے اور اپنا مشہور گیت بھی گا رہی ہے جسے میں کئی بار سن چکا ہوں۔!“

"اچھی بات ہے....!" میں پہنچ رہا ہوں۔! اپنی میز ہی پر ملنا.... پچھلی ہی رات والے میک اپ میں ہو....یا بدل دیا....؟"

"اُسی میں ہوں....!"

"وٹیس آل....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"اب کیا ہوا....؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

اور پھر صفدر کی کال کے بارے میں معلوم ہوتے ہی وہ بھی متحیر رہ گیا تھا۔ "اُس کا مطلب یہ ہوا کہ پچھلی رات خود ہمارے ہی ساتھ کوئی فراڈ ہو گیا ہے۔!" وہ بالآخر بولا۔

"خود دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر اُس نے بھی میک اپ کیا تھا اور پرنس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ صفدر کا بیان غلط نہ نکلا.... عمران دروازے کے قریب ہی رک کر حیرت سے اسٹیج پر رقص کرنے والی کو دیکھتا رہا۔ وہ گا گا کر رقص کر رہی تھی۔ صد فیصد میمی کی آواز تھی عمران بھی کئی بار سن چکا تھا۔ گیت ختم ہوا رقص بھی تھم گیا اور وہ پردے کے پیچھے چلی گئی۔ ہال میں روشنی ہو رہی تھی اس لئے صفدر کی میز تلاش کر لینے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

صفدر اُسے دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ لیکن عمران آہستہ سے بولا۔ "میں ہوں۔!"

"بیٹھ جایئے.... دیکھا آپ نے۔!"

"ہاں دیکھا۔! لیکن ایک میمی سائیکو مینشن میں بھی موجود ہے۔ اسے بھی اٹل حقیقت سمجھو!"

"چلئے.... سمجھے لیتا ہوں.... لیکن یہ میمی....؟"

"اب پھر دیکھوں گا یہاں سے نسبتاً قریب ہے اسٹیج۔ کیا صرف اُسی کے پروگرام ہو رہے ہیں۔!"

"جی ہاں.... یہی اعلان ہوا ہے وہ نو بجے تک اپنے فن کا مظاہرہ کرے گی۔!"

"خیر.... دیکھتے ہیں۔!"

"طاہر کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ لارسن گوہن کمپنی میں کام کرتا ہے۔ صدیقی اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔!"

"لیکن وہ لڑکی....!"

"اُس سے بھی زیادہ اب میمی کی فکر ہو گئی ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔! تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "سردار بھی دکھائی دیا تھا....؟"

"نہیں....! ابھی تک تو نہیں دکھائی دیا۔ آج یہاں دن بھر پولیس والوں کا تانتا بندھا رہا تھا خیرو کے بارے میں پوچھ گچھ ہوتی رہی تھی۔!"

"آہا.... یاد آیا.... ہاں وہ اُس کے خاندان کا پشتینی نمک خوار تھا۔ آخر سردار اس کا کیا جواب دے گا کہ وہ محکمہ خارجہ کے آفس کے پاس کیا کر رہا تھا۔!"

"کوئی نہ کوئی کہانی گھڑلی ہو گی.... کہانیوں کا تو ماہر ہے۔!"

"میں نے بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اُس نے اُس کے سلسلے میں پولیس کو کیا بیان دیا ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... اُس کے معاملے میں ایک خامی رہ گئی ہے۔ اگر لاش سے متعلق سرسری کارروائی ہوئی تو خیر کوئی بات نہیں۔! لیکن اگر پوسٹ مارٹم کی تفصیلات میں اُس کے جسم سے برآمد ہونے والی گولیوں کے سلسلے میں چھان بین ہوئی تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ سیکیورٹی والوں کی گولیوں کا نشانہ نہیں بنا تھا۔!"

"سر سلطان اس بات کا خیال رکھیں گے.... بچے نہیں ہیں.... اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کن کی گولیوں کا نشانہ بنا تھا۔!"

"مگر صاحب....! آپ بال بال بچے تھے۔!"

دفعتاً ہال میں پھر میوزک گونجنے لگا تھا۔! میمی اسٹیج پر نمودار ہوئی اُس کے ایک ہاتھ میں مائیک تھا اور دوسرے میں پھولوں کا گچھا اُس نے گیت شروع کیا اور تھرکنے لگی۔!

"کمال ہے....! اصل ہو یا نقل، مکمل ہے....!" عمران بڑبڑایا۔ لیکن صفدر آرکسٹرا کی گونج میں نہ سن سکا کہ کیا کہا تھا۔ لہٰذا وہ آگے جھک کر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

عمران نے سر کو منفی جنبش دی اور اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑی خوبصورت آواز تھی۔ اور گیت تو گویا بہاروں کا نقیب تھا۔ اور پھر اُس کے جسم کی لچک تو ایسی لگ رہی تھی جیسے اعضاء نے الگ سے کوئی اور گیت چھیڑ رکھا ہو۔!

عمران جھومتا رہا.... پھر اچانک کسی طرف سے ایک فائر ہوا تھا اور میمی اچھل کر بیک گراؤنڈ کے پردے کے قریب جاگری تھی۔ بُری طرح تڑپ رہی تھی لیکن گیت بدستور جاری تھا۔ اس میں نہ کرب شامل ہوا تھا اور نہ لے ہی ٹوٹی تھی۔ پھر وہ ساکت بھی ہو گئی لیکن گیت اب بھی ہال میں گونج رہا تھا۔!

"یہ بھی عجیب انداز ہے۔۔۔۔!" صفدر آگے جھک کر بولا۔

"قتل اور پلے بیک میوزک!" عمران نے کہا۔ "ہوشیار رہنا۔۔۔۔ شائد ہم پھنس گئے ہیں۔!"

دفعتاً ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"خواتین و حضرات۔۔۔۔!" سناٹے میں کسی کی آواز ابھری۔۔۔۔ "رقاصہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔۔۔۔ براہِ کرم پولیس کے آنے تک وہیں ٹھہریئے جہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔!"

"یہ ہوئی ہے۔۔۔۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "پھنس گئے بیٹے خان۔۔۔۔ دروازے پہلے ہی بند کرا دیئے گئے ہوں گے۔ کوئی ہال سے نہیں نکل سکے گا۔!"

ہال میں شور برپا ہو گیا تھا۔ لوگ اپنی جگہوں سے اٹھ اٹھ کر اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ مائیکروفون کے ذریعے بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔ لیکن کوئی نہیں سُن رہا تھا۔!

"اٹھو اور اسی بھیڑ میں گم ہو جاؤ۔!" عمران نے کہا۔۔۔۔ "پھر میں کچھ سوچتا ہوں۔۔۔۔ پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی نکل چلنا ہے۔!"

"یہ آخر ہوا کیا۔۔۔۔؟"

"وہ میمی نہیں تھی۔۔۔۔ اُس کے میک اپ میں تھی۔۔۔۔ اور صرف ہونٹ ہلا رہی تھی اور میمی کے گیتوں کے ریکارڈ بجائے جا رہے تھے۔ ورنہ بھلا لاش کیسے گا سکتی۔!"

"خدا کی پناہ۔۔۔۔ لیکن مقصد۔۔۔۔؟"

"فی الحال خاموش رہو۔۔۔۔ ادھر آؤ۔۔۔۔ بائیں طرف سے چلو۔۔۔۔ میرے پاس سائیلنسر موجود ہے۔۔۔۔ کسی بلب پر فائر کر کے اندھیرا کر دوں گا۔ نکل چلنے کے لئے کسی دروازے کا انتخاب کر لو۔۔۔۔ ورنہ ہم دونوں میک اپ میں ہیں اگر یہ بات پولیس کی موجودگی میں کھل گئی تو بڑی دشواریوں میں پڑیں گے۔!"

"بات تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ تیسری منزل پر پہنچنے کی کوشش کیجئے۔۔۔۔! وہاں سے چکر دار عقبی زینے سے نیچے اُتر جائیں گے۔!"

"اُس کی بھی نگرانی نہ ہو رہی ہو گی؟" عمران نے کہا۔

"تب پھر انور سردار کے ریٹائرنگ روم کی طرف چلئے۔!"

"وہاں کیا ہے۔۔۔۔؟"

"اس وقت خالی ہو گا۔۔۔۔ اور ہم اس وقت یہ بھی معلوم کر لیں گے کہ وہ ریٹائرنگ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے باہر کیسے پہنچ جاتا ہے۔!"

"اُوہو۔۔۔۔ تو یہ بات بھی ہے۔!"

"جی ہاں۔۔۔۔! میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں۔۔۔۔ اور یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو گیا ہوں۔!"

"اسی لئے ایکس ٹو تمہیں دوسروں پر فوقیت دیتا ہے۔!"

"لیکن ایک دشواری ہے۔۔۔۔! اُدھر جاتے ہوئے ہم دیکھ لئے جائیں گے۔!"

"تو پھر اندھیرا کرنا بھی ضروری ہو گا۔۔۔۔! اندھیرا ہوا تو سارے میں ہو گا اور تم ریٹائرنگ روم سے سڑک پر پہنچنے کا راستہ تلاش نہ کر سکو گے۔!"

"تو پھر تیسری منزل ہی کی سہی۔!"

دفعتاً پورے ہال میں اندھیرا ہو گیا لیکن عمران نے کسی بلب پر گولی نہیں چلائی تھی۔

"کمال ہے۔۔۔۔!" صفدر بڑبڑایا۔

عمران مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "زینوں کی طرف" شور بڑھ گیا تھا۔! لوگ اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ میزیں الٹ رہی تھیں۔!

وہ زینوں تک پہنچے تھے اور ریلنگ کا سہارا لے کر اوپر چڑھتے چلے گئے تھے۔۔۔۔ دوسری منزل تک پہنچنے میں انہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔۔۔۔ لیکن تیسری منزل کے لئے زینے طے کرتے وقت عمران نے محسوس کیا کہ وہاں اور کوئی بھی موجود ہے۔۔۔۔ اور انہی کی طرح اندھیرے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔!

عمران نے صفدر کا بازو دبایا۔۔۔۔ اور وہ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اُن کے آگے والے نامعلوم آدمی نے پنسل ٹارچ روشن کی اور روشنی کی باریک سی لکیر اُس کے آگے رینگتی چلی گئی۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ اُس دروازے تک پہنچ گیا جسے خود یہ دونوں عقبی زینوں تک پہنچنے کے لئے استعمال کرنے والے تھے۔

پنسل ٹارچ کی روشنی ہی میں وہ اُس کا قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔! پھر دروازہ کھولا ہی تھا کہ عمران کا ہاتھ اُس کی گردن پر پڑا۔۔۔۔ وہ خاموشی سے ڈھیر ہو گیا۔۔۔۔ ٹارچ ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔!

عمران نے ٹارچ اٹھا کر اُس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ ... وہ ہلکی سی سیٹی بجا کر رہ گیا۔

"کون ہے.... ؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"کوئی غیر ملکی ہے.... ہو سکتا ہے اُسی سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہو اب تو یہ بھی ساتھ جائے گا۔! .... آہا.... بغلی ہولسٹر بھی ہے.... اور اس میں ریوالور بھی موجود ہے.... واہ بھئی۔! اب اطمینان سے اتر چلو.... ادھر کوئی بھی نہ ہوگا۔ یہ خود سردار کی حرکت نہیں معلوم ہوتی.... لیکن ٹھہرو.... پہلے میں نیچے اترتا ہوں.... ہو سکتا ہے کوئی اُس کا منتظر ہو۔!"

اُس کا یہ اندیشہ غلط بھی نہیں نکلا تھا.... ! ابھی زینے طے ہی کر رہا تھا کہ ایک آدمی مخالف سمت کے اندھیرے سے برآمد ہوا اور زینوں کے قریب آ کھڑا ہوا.... تاروں کی چھاؤں میں ایک تاریک ہیولیٰ لگ رہا تھا.... جیسے ہی عمران نچلی سیڑھی پر پہنچا.... نامعلوم آدمی نے آہستہ سے کہا۔ "جلدی سے نکل جاؤ۔!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کا جچا تلا ہاتھ اُس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔! وہ تیورا کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔!

◆

پرنس ہوٹل سے فرار ہونے کی کوشش کرنے والے غیر ملکی کو سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں ہوش آیا تھا.... ! لیکن صورت سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے محاورتاً ہوش اڑ گئے ہوں۔ کیونکہ میمی فاؤلر سامنے ہی بیٹھی تھی۔!

"تت.... تم.... زندہ ہو.... !" وہ ہکلائی۔!

"ہاں میں زندہ ہوں.... !" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"لیکن.... لیکن.... !"

"ہاں.... تم نے تو مجھے گولی ماردی تھی۔!"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا.... پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "ہم کہاں ہیں.... ؟"

"جہنم میں.... !" میمی غرائی۔!

"میں نہیں سمجھ سکتا۔!"

"تمہیں میرے قتل کا حکم کس سے ملا تھا۔!"

"کس سے مل سکتا ہے.... !" اُس نے سنبھالا لے کر میمی کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں.... !"

"کس پوزیشن میں.... !"

"یہ بھی سوال ہی ہے.... سوالات میں کروں گی.... ! تم نہیں۔!"

"پہلے تم صرف یہ بتادو کہ ہم کہاں ہیں.... !"

"کسی نامعلوم آدمی کی قید میں.... !"

"کیا تم نے اُسے دیکھا نہیں۔!"

"نہیں.... ! میں نے اُسے نہیں دیکھا.... !"

"وہ کیا چاہتا ہے.... !"

"میں نہیں جانتی.... ! بتاؤ تم نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کیوں کی تھی.... ؟"

"اوپر سے یہی حکم آیا تھا۔!"

"اب ہم دونوں ہی مار ڈالے جائیں گے۔!"

"کیوں نہ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کریں۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"اس کمرے سے تو نکل نہیں سکتے۔!"

"کیوں.... آخر کیوں.... ؟"

"دروازہ ہی کھول کر دکھاؤ.... !" میمی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیوں.... ؟ دروازے کو کیا ہوا ہے.... ؟"

"ہینڈل میں برقی رو موجود ہے۔!"

اُس نے ایک بار پھر چاروں طرف نظر دوڑائی اور بولا۔ "یہ سرکاری حوالات تو ہو نہیں سکتی.... یقیناً ہم اُسی بلیک میلر کے قیدی ہیں۔!"

"تم ٹھیک سمجھے ہو.... !" دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ وہ اچھل کر اُس طرف مڑا.... عمران باتھ روم سے برآمد ہو رہا تھا۔ اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر میمی فاؤلر سے بولا۔ "غالباً اب تمہیں یقین آ گیا ہوگا۔!"

"میں تمہیں مار ڈالوں گا.... !" قیدی نے کہا اور عمران پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔! عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ وہ پھر پلٹا لیکن

کچھ کر نہ سکا کیونکہ عمران کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی تھی۔ لمبا لمبا لیٹ گیا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے کچھ سجھائی ہی نہ دیتا ہو۔!

"یہ اُس لڑکی کا قاتل ہے جو تمہارے میک اپ میں وہاں رقص کر رہی تھی۔ انور سردار نے یہ ڈھونگ مجھے پھانسنے کے لئے رچایا تھا۔!" عمران نے کہا اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"سفارت خانے والوں کو اُس نے مطلع کر دیا تھا کہ تم میرے ہاتھ لگ گئی ہو اور تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی تھی۔ لیکن پھر شائد ضروری نہیں سمجھا تھا کہ سفارت خانے کو اس سے بھی مطلع کر دے کہ تمہارے سلسلے میں کوئی ڈھونگ بھی رچانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سفارت خانے والوں نے سمجھا کہ کسی طرح تمہاری واپسی ہو گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے تمہیں ختم کرانے کی اسکیم بنا ڈالی۔ بہر حال ہلدا سفیر کی بیٹی ہے اور اُسے ایک اہم ترین کام بھی انجام دینا ہے.... لہٰذا اُسے تم پر فوقیت دی گئی....! تم اُس کے راز سے پوری طرح آگاہ ہو.... اور میری نظروں میں بھی آگئی تھیں۔ لہٰذا تمہارا زندہ رہنا اُن کے لئے خطرناک ہوتا۔!"

"بس کرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "سب کچھ سمجھ گئی۔!"

"اس لئے اب فرار نہیں ہو سکتیں....! بہتر یہی ہوگا کہ سفارت خانے کے خلاف سرکاری گواہ بن جاؤ.... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں عمر قید نہ ہونے دوں گا۔ اُس کے بعد تم اپنے معاملات میں آزاد ہو گی اور تمہارا دوسرا راز بھی میرے ہی سینے میں دفن رہے گا۔!"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔!" کہہ کر اُس نے طویل سانس لی اور بولی "میں مرنا نہیں چاہتی۔!"

قیدی پھر بیہوش ہو گیا تھا۔ اُس کو اسی حال میں چھوڑ کر وہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم ہو کیا چیز....؟" میمی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔!

"انور سردار غلط فہمی میں مبتلا ہے.... میں بلیک میلر نہیں ہوں۔!" عمران بولا۔

"مجھے اب اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ تم کیا ہو اور کیا نہیں ہو۔! ہاں....! ہلدا کا سراغ ملا یا نہیں۔!"

"صرف طاہر کا ملا ہے۔!"

"یہی بڑی بات ہے.... میں صرف حلیہ ہی بتا سکی تھی۔!"

"اور اس میں اتنی باقاعدگی تھی کہ جلد ہی کامیابی ہو گئی۔!"

وہ دوسرے کمرے میں آئے تھے اور میمی نے عمران سے پوچھا تھا۔! "باس تم ہی ہو۔!"

"نہیں....! باس کے احکامات کا پابند ہوں۔!"

"مجھے اپنے باس سے ملاؤ....!"

"وہ خود کبھی کسی سے نہیں ملتا۔!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے.... اور مجھے تم لوگوں کا طریق کار بھی پسند آیا ہے۔ کسی قسم کے تشدد کے بغیر مجھے راہ پر لے آئے ہو۔!"

"اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ تمہارے بارے میں وہ معلومات فراہم کرنی پڑیں جو تمہاری بوڑھی ماں کی ذات سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔!"

"یہ غلط ہے....! محض غلط فہمی کہ وہ ہمی دونوں تک محدود رہی ہیں اگر یہ بات ہوتی تو تم تک کیسے پہنچتا یہ راز....!"

"ہمارے بیرونی ممالک کے ایجنٹ بہت تیز ہیں.... لیکن خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔!"

"مجھے صرف آرام کرنے دو.... میں بہت تھک گئی ہوں....!" میمی نے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔!

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ وہ نیم وا آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔!

"انور سردار یہاں کا ایک بہت بارسوخ آدمی ہے۔!" میمی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "لیکن نہ جانے کیوں....! تم سے خائف رہتا ہے۔! بڑے سے بڑے سرکاری آفیسر کو کچھ نہیں سمجھتا۔!"

"مجھے خود بھی حیرت ہے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

◆

آج طاہر نے کسی دوست کے گھر ایک غیر ملکی فلم دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا....! وہ تینوں سر شام ہی روانہ ہو گئے۔ ربیکا برقعے میں تھی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ طاہر گاڑی چلا رہا تھا اور رخسانہ اُس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کبھی ایسا نہ کرتی لیکن ربیکا اسی پر م

ں تھی۔!

"فلم کہاں سے ہاتھ آگئی....!" رخسانہ نے پوچھا۔!

"میرا دوست مشرق وسطیٰ سے لایا ہے.... ویڈیو ٹیپ ہے.... ٹی وی پر دیکھیں گے۔!"

"اس کی وجہ سے بڑی آسانی ہو گئی ہے۔!"

"میرے دوست سے مل کر خوش ہو جاؤ گی۔!"

"امی اس طرح جانے کی اجازت ہر گز نہ دیتیں اگر آپ کا معاملہ نہ ہوتا۔!"

"اس اعتماد کے لئے اُن کا شکر گذار ہوں۔!"

"بالکل بیٹوں کی طرح آپ کا ذکر کرتی ہیں.... دراصل ترسی ہوئی ہیں۔! میرے کبھی کوئی
نہیں تھا۔!"

"اب تو ہے....!" طاہر ہنس کر بولا۔

"ہاں.... خدا کا شکر ہے آپ نے یہ کمی پوری کر دی ہے۔!"

طاہر کچھ نہ بولا۔ نہ جانے کیوں یک بیک اُس کے چہرے پر اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا۔

ربیکا پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی.... اور اپنے چھوٹے سے سوٹ کیس کا ہینڈل
طی سے تھام رکھا تھا۔!

گاڑی تیز رفتاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھی۔! سورج غروب ہونے
عا۔ شہر کی بھری پُری سڑکوں پر گذر کر وہ ایک سنسان راستے پر ہو لئے۔!

"آخر جانا کہاں ہے....؟" رخسانہ نے پوچھا۔

"سمن ہاؤزنگ سوسائٹی.... شارٹ کٹ اختیار کیا ہے....!" طاہر نے جواب دیا۔!

"وہاں تو بہت بڑے لوگ رہتے ہیں۔!"

"میرا دوست بھی خاصا ذی حیثیت ہے۔!"

ہ کچھ نہ بولی.... پھر بقیہ راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا تھا اور سمن ہاؤزنگ سوسائٹی کی بڑی
مارتوں کے درمیان اُنکی گاڑی اس طرح چکراتی پھر رہی تھی جیسے کسی ایسی عمارت کی تلاش
پہلے کبھی نہ دیکھا ہو! بالآخر وہ ایک دور افتادہ اور زیر تعمیر عمارت کے سامنے رکی تھی۔!

"کیا یہی ہے....!" رخسانہ نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں یہی ہے....!" طاہر نے جواب دیا۔

"لیکن یہ تو ابھی بن رہی ہے۔!"

"کچھ حصے مکمل ہو گئے ہیں اور رہائش کے قابل ہیں۔ وہاں سب کچھ موجود ہے۔ اندر پہنچ کر تم ذرا ہی سی دیر میں بھول جاؤ گی کہ کسی زیرِ تعمیر عمارت میں بیٹھی ہوئی ہو۔!"

وہ اندر داخل ہوئے تھے اور پھر جس بڑے کمرے میں پہنچے تھے وہاں کی آرائش دیکھ کر سچ مچ یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی مکمل عمارت میں آئے ہوں۔ لیکن اُس بڑے کمرے میں اُن تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا....! ربیکا نے برقعہ اتارا ہی تھا کہ رخسانہ اچھل پڑی۔ کیونکہ وہ اُسے اپنی ہی جیسی دھج میں نظر آئی تھی۔ سر پر سیاہ وگ تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک۔

طاہر ہنس پڑا اور رخسانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بے فکر رہو.... یہ سب کچھ مجھے بتا چکی ہیں.... اُس دن آفس میں تم نہیں یہی تھیں جنہوں نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا۔!"

"لل.... لیکن یہاں....!" رخسانہ ہکلائی۔

"اُوہ.... میں دراصل اپنے دوست کو متحیر کر دینا چاہتا ہوں اُس سے کہوں گا کہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں۔!"

"اچھا.... اچھا....!" رخسانہ بھی ہنسنے لگی۔

"بڑا مزہ رہے گا....!" طاہر بولا۔ "آہستہ آہستہ اُس پر حقیقت کا انکشاف کروں گا پہلے رقیہ عینک اُتاریں گی اور میں کہوں گا کہ دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی آنکھیں نیلی ہیں اور دوسری کی سیاہ۔!"

"اور آخر میں جب یہ وگ اُتاریں گی تو مزہ آجائے گا۔!"

"بالکل.... بالکل....!" طاہر نے قہقہہ لگایا۔ لیکن اُس قہقہے کا کھوکھلا پن رخسانہ نے بھی محسوس کر لیا تھا۔!

اور شدت سے بے چینی محسوس کرنے لگی تھی۔ ربیکا خاموش اور لاتعلق بیٹھی رہی۔ رخسانہ مسلسل سوچے جا رہی تھی آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے....؟ طاہر اپنے دوست کو کیوں سرپرائز دینا چاہتا ہے۔!

"کک.... کہاں ہیں.... آپ کے وہ دوست....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

"بس آ ہی رہا ہو گا۔!" طاہر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے رقیہ بھابی کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا ہو گا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔!"

"بالکل.... بالکل.... اسی لئے تو یہ پوری تیاری سے آئی ہیں۔!"

ٹھیک اُسی وقت دروازہ کھلا تھا اور ایک قوی ہیکل وجیہہ آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اُوہ.... ہلو!" وہ دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا اور اُن دونوں کو بغور دیکھے جا رہا تھا۔

"جڑواں بہنیں....!" طاہر نے انگلش میں کہا۔

"واقعی.... حیرت انگیز....!" نووارد دو چار قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"ان سے ملو....!" طاہر نے اُن دونوں سے کہا۔ "یہ میرے دوست انور سردار ہیں۔!"

انور سردار کسی قدر خم ہوا تھا اور ان دونوں کے ہاتھ پیشانیوں کی طرف اٹھ کر رہ گئے تھے۔

"اب تم اپنی عینک اُتار دو!" طاہر نے ربیکا سے انگلش میں کہا۔ اُس نے فوراً تعمیل کی تھی۔!

"بس اتنا سا فرق ہے۔!" طاہر بولا۔ "ان کی آنکھیں نیلی ہیں یہ رقیہ ہیں اور یہ رخسانہ۔!"

"آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔!" انور سردار نے خشک لہجے میں کہا اور طاہر کی طرف مڑ کر بولا "تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ.... ان دونوں کو یہیں چھوڑ کر۔!"

رخسانہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اُس نے انور سردار کے لہجے میں کچھ ملیا ہی محسوس کیا تھا جیسے وہ طاہر کو بہت حقیر سمجھتا ہو۔!

اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ طاہر اور سردار کمرے سے جا چکے تھے۔ رخسانہ نے ربیکا کی طرف دیکھا۔ اُس نے پھر عینک لگالی تھی اور اُس کی ماحول سے لاتعلقی اب بھی برقرار تھی۔!

"میں نہیں سمجھ سکتی۔!" رخسانہ نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ لیکن وہ صرف شانوں کو جنبش دے کر رہ گئی۔!

غالباً رخسانہ اپنا جملہ پورا کرنے ہی والی تھی کہ دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا اور وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے فرش پر آگرے۔

ربیکا اور رخسانہ بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

دروازے میں ایک آدمی کھڑا نظر آیا۔ جس کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ہوا پستول تھا۔

وہ دونوں فرش سے اٹھ گئے تھے۔ طاہر پر بدحواسی طاری تھی۔ لیکن انور سردار پستول والے کو قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً پستول والے نے کسی کو آواز دے کر کہا۔ "آجاؤ کیپٹن شائد کھیل ختم ہو گیا ہے۔!"

دوسرے ہی لمحے میں ایک باوردی آدمی اُس کے عقب سے نکل کر کمرے میں داخل ہوا۔!

"تم لوگ کون ہو.... اور اس حرکت کا مطلب....؟" انور سردار نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"انکا تعلق فیڈرل سیکیورٹی فورس سے ہے اور مجھے تو تم جانتے ہی ہو۔!" پستول والے نے کہا۔

"اور تم شائد مجھے اچھی طرح نہیں جانتے۔!" انور سردار نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کتوں کی ساری نسلیں مجھے زبانی یاد ہیں۔!" پستول والے نے کہا۔ پھر باوردی آدمی سے بولا۔

"کیپٹن....! سیاہ عینک والی ہی ہو سکتی ہے۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" انور سردار حلق پھاڑ کر چیخا۔

"چاروں طرف سے جکڑے جا چکے ہو سردار.... میں تو تمہیں خودکشی کا موقع دینا چاہتا تھا لیکن اوپر والوں نے سیکیورٹی فورس طلب کرلی۔ یہ عمارت اس وقت گھیرے میں ہے۔!"

"آخر کیوں....؟ کیا چارج ہے میرے خلاف۔!"

"تم غیر ملکی جاسوسوں کے آلہ کار ہو.... ثبوت وہ سامنے بیٹھا ہوا ہے ہر چند کہ وہ دونوں ہم شکل نظر آتی ہیں۔!"

"خاموش رہو! بلیک میلر....!"

"مجھے بات پوری کرنے دو.... گالیاں بعد میں دے لینا....! ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ چشمے والی کی آنکھیں یقینی طور پر نیلی ہوں گی اور سنہرے بال اس سیاہ وگ کے نیچے پوشیدہ ہوں گے۔"

"عمران....! میں تمہیں جہنم رسید کردوں گا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میمی فاؤلر اور ریکھا میرے ہی قبضے میں ہیں اور وہ تمہارے خلاف اپنے تحریری بیان دے چکی ہیں.... ورنہ فیڈرل سیکیورٹی فورس کیوں حاضر خدمت ہوتی۔!"

"تت.... طاہر بھائی....!" رخسانہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی اور لہرا کر فرش پر گر پڑی۔

لیکن طاہر اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا تھا۔

فورس کے کیپٹن نے ہتھ کڑی کا جوڑا نکالا اور انور سردار کی طرف بڑھا۔

"خبردار....! وہیں ٹھہرو.... تم جانتے ہو....! میں کون ہوں....؟" انور سردار دھاڑا۔

"خاموشی سے ہتھ کڑیاں پہن لو.... بعد میں یہ بھی سُن لوں گا کہ تم کون ہو۔!" کیپٹن نے کہا۔

لیکن انور دیوانہ وار اُس پر ٹوٹ پڑا.... اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔

دفعتاً ربیکا نے دوسرے دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی لیکن عمران نے جھپٹ کر اُسے

پکڑ لیا اور پھر رخسانہ ہی کی طرح وہ بھی فرش پر گر گئی۔

"انور.... خود کو مقدر کے حوالے کردو.... ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا....!"

عمران نے پستول کی نالی اُس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں دو باوردی اور مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ انور اور طاہر کے ہتھ کڑیاں لگادی گئیں۔

◆

"وہ بلا کی اداکارہ ہے جناب....!" عمران نے سر سلطان سے کہا۔ "رخسانہ کے ساتھ اسی لئے رکھی گئی تھی کہ اُس کی آواز اور چال ڈھال کی نقل اُتار سکے۔ اُس کا وہ پاسپورٹ بھی ہاتھ لگ گیا ہے جو رخسانہ حبیب کے نام سے بنوایا گیا تھا اور اُس پر آنکھوں کی رنگت نیلی درج کرائی گئی تھی اگر طاہر کا سراغ نہ مل گیا ہوتا تو وہ کل رات ہی کو بارہ بجے والی فلائٹ سے نکل جاتی اور رخسانہ کو اُس وقت تک اُس عمارت میں روکے رکھا جاتا جب تک کہ طیارہ یہاں سے پرواز نہ کر جاتا۔ وہ اسی لئے وہاں لے جائی گئی تھی۔ بیچاری مفت میں ماری گئی۔ لاعلمی میں چوٹ کھا گئی۔ اگر اُس کے مذہبی جذبات نہ اُبھارے جاتے تو وہ اس حد تک ہلدا کارلوس کی گرویدہ نہ ہوتی۔ بُری طرح ایمان لے آئی تھی اُس پر....!"

"میں نے کاغذات کے بارے میں پوچھا تھا۔!" سر سلطان بولے۔

"محفوظ ہیں....! ہلدا کارلوس ہی کے پاس تھے اُس وقت....! لیکن اب آپ کے اُس چہیتے ڈپٹی سیکریٹری کا کیا بنے گا جس کی تحویل میں تھے وہ کاغذات۔!"

"جہنم میں جائے....!" سر سلطان بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"روز روشن میں یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ میمی اور ہلدا نے....! ڈپٹی صاحب یہیں دفتر کے ریٹائرنگ روم میں ہلدا کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہے تھے اور میمی فاؤلر نے دفتر کی سیف پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔!"

"ہاں.... میں نے میمی کا بیان دیکھا ہے۔!"

"اب سنئے....! کہ سردار پر میری نظر بہت دنوں سے تھی کیونکہ وہ اپنی غیر ملکی رقاصاؤں کا تعارف ذمہ دار شخصیتوں سے کراتا رہتا تھا اور اسی طرح میمی کو آپ کے ڈپٹی سیکریٹری سے ملو تھا اور پھر میمی ہی کے توسط سے ہلدا اُس تک پہنچی تھی۔!"

"مت بور کرو.... میں سب کے بیانات دیکھ چکا ہوں۔!"

"بور نہیں کر رہا.... مشورہ دے رہا ہوں کہ اپنے محکمے کے سارے مردوں کو کان پکڑ کر نکال باہر کیجئے اور صرف عورتوں کی بھرتی کیجئے۔!"

"پھر تم کہاں ہو گے۔!"

"عورتوں میں....!" عمران غم ناک لہجے میں بولا۔

"یہ بہت بُرا ہوا کہ سردار نے خودکشی کرلی۔!"

"اُس سے بڑا ڈرپوک آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا تھا۔ بس کرائے کے غنڈوں کے بل بوتے پر ساری اکڑ تھی۔ بہر حال مجھے علم نہیں تھا کہ جدھر سے اُسے گاڑی تک لے جا رہا ہے ادھر کوئی کنواں بھی ہے.... اندھیرا تو تھا ہی بس تیر کی طرح ہمارے درمیان سے نکلا اور کنوئیں میں چھلانگ لگادی۔ اُس وقت وہ سیکیورٹی فورس کی تحویل میں تھا۔ اس لئے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لیکن آخر یہ سیکیورٹی فورس کیوں....؟"

"میں نے اس معاملے کو براہِ راست وزیرِ اعظم تک پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے فورس بھجوادی۔!"

"آپ یہ نہ کرتے تب بھی وہ بڑے باپ کا بیٹا بچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔!"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ باعزت طور پر ریٹائر ہونا چاہتا ہوں۔!"

"مجھ سے سنئے کہ آپ لوگ خواہ مخواہ اُس سے مرعوب تھے۔ اگر باپ کی وجہ سے مرعوب تھے تو باپ تو بے حد میاں آدمی ہے۔ اگر وہ خودکشی نہ کرلیتا تو شائد باپ کی یہی کوشش ہوتی کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دے۔!"

"اچھا.... بس اب دفع ہو جاؤ.... میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں آرام کروں گا۔!"

"ذرا میں اپنے باپ سے فون پر تھوڑی سی گفتگو کرلوں۔!" عمران ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

اور سر سلطان اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ کر رہ گئے۔!

اُس نے فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے دوسری طرف سے انہی کی آواز آئی۔

"میں سر سلطان کے دفتر سے بول رہا ہوں جناب....!" عمران بولا۔

"کیا بات ہے....؟"

"بات تو سن ہی لی ہوگی آپ نے....!" عمران نے کہا کچھ اور بھی کہتا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔

جوزف نے کال ریسیور کی تھی۔

"ابے یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔!"

"اُوہ.... باس.... خدا کا شکر ہے کہ تم نے ارادہ بدل دیا.... لیکن وہ دونوں صبح سے لڑ رہے ہیں۔!"

"کس بات پر....؟"

"بھنڈی پر....!"

"کیا مطلب....؟"

"وہ کہتی ہے مُسلّم بھنڈیاں پکاؤ.... لیکن وہ کتر کر پکانے پر مصر ہے۔!"

"تو ایسا کر کہ دونوں کو ہانڈی میں ڈال کر اوپر سے مسالہ ڈال دے۔!"

دوسری طرف سے جوزف کے ہنسنے کی آواز آئی تھی اور عمران بولا تھا۔ "میرے پہنچنے سے قبل اگر ایک ایک بھنڈی گھر سے نہ نکال دی گئی تو تم سب کھیت رہو گے۔!"

سر سلطان نے ریسیور اُس سے چھین کر کریڈل پر رکھ دیا اور غصیلی آواز میں بولے۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو....؟"

"واپسی کا کرایہ.... آج صبح جیب کٹ گئی.... گاڑی خراب تھی.... بس پر بیٹھ گیا کوئی میرے بھی اُستاد ہاتھ صاف کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔!"

سر سلطان نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر سر کو منفی جنبش دے کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔!

﴿تمام شد﴾